قد افلح من تزکیٰ وذکر اسم ربہ فصلیٰ (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذِکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

ماہنامہ

المرشد

لاہور

فروری ۱۹۹۴ء

فروری ۹۴ء

اداریہ

حضرت اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ کے وفات کو 9 سال پورے ہوئے لیکن ہمارے درمیان ان کی موجودگی کا احساس بدستور موجود ہے۔ ان کا وجود تو اس عارضی سٹیج کو چھوڑ چکا ہے۔ لیکن ان کی تعلیمات ان کا انداز تربیت' ان کے شاگردوں کی ذکر و اذکار کی محفلوں میں بہار اسی عروج پر ہے جیسے وہ خود موجود ہوں۔

حضرت جیؒ کا نہ تو یوم وفات منانے کی اجازت ہے نہ ہی کسی عرس اور میلے منانے کی۔ یہ تمام غیر شرعی تماشے ہیں جو مسلمانوں کو صحیح راستے سے ہٹانے اور پیسہ و شہرت کمانے کے لئے پاپولر کئے گئے ہیں۔ حضرت جیؒ تو اس صدی کی وہ ہستی ہیں جنہوں نے امت مسلمہ کی اصلاح کے لئے ایک خاموش انقلاب برپا کیا۔ جس نے ہزاروں لاکھوں قلوب کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ جس اسلامی تحریک کی بنیاد اس ہستی نے ڈالی۔ وہ اسلام کی ایسی عملی صورت ہے جس کا نفاذ ہر مسلمان اپنے وجود پر کر سکتا ہے۔ نفاذ اُس خالص اسلام کا جو اللہ کریم نے قرآن میں دیا اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوۂ حسنہ میں اس پر عمل کر کے پیش کیا تاکہ مسلمان رسومات اور فرقوں کی تاویلوں سے بالا تر ہو کر اس کی تقلید کر سکیں۔ ان کے رخصت ہونے کے بعد اِس تحریک کی رفتار میں اور تیزی آگئی ہے۔ شہرت اور پبلسٹی سے بے نیاز' یہ تحریک اس وقت پورے گلوب کا احاطہ کر چکی ہے۔ اور مسلمانوں پر اس کے مثبت اثرات ابھر کر سامنے آ رہے ہیں۔

حضرت جیؒ جیسی کوئی ہستی تو صدیوں بعد نسلِ انسانی کو نصیب ہوتی ہے۔ اور چلے جانے کے بعد ان کے نقوش پا صدیوں تک قائم رہتے ہیں۔ اور کئی آنے والی نسلیں ان کے فیض سے سیراب ہوتی رہتی ہیں۔

تاج رحیم

حضرت جی رح

قلزم فیوضات حضرت مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ

میانوالی ضلع کا موضع چکڑالہ ایک بہت بڑا گاؤں ہے۔ اور اس کی مزروعہ زمینیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ لوگوں کا ایک خاص مزاج ہے اور لڑائی بھڑائی قتل و غارت مقدمہ بازی میں وقت، سرمایہ اور محنت کو ضائع کرنے میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ اس ماحول کے منفی اثرات کے باوجود یہاں بڑے بڑے صاحب علم بھی پیدا ہوئے۔ فرقہ شیعہ کو بھی اسی گاؤں سے ایک بہت بڑا مجتہد میسر آیا۔ انکار حدیث کے فتنہ کو بام عروج تک پہنچانے میں بھی مولوی عبداللہ صاحب چکڑالہ سے ہی اٹھے۔ یہاں تک کہ فرقہ کا نام ہی چکڑالوی مشہور ہو گیا۔

اسی گاؤں میں سلسلہ نقشبندیہ **اویسیہ** کے عظیم شیخ مجتہد فی التصوف قلزم فیوضات حضرت العلام اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ بھی 1904ء میں ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ نو عمری میں خاندانی روایات کے برعکس دینی تعلیم کی طرف راغب ہو گئے۔ اور مختلف مدارس میں تعلیم پا کر دورۂ حدیث مدرسہ امینیہ دہلی میں مفتی کفایت اللہ کے زیر سایہ مکمل فرمایا۔

آپ کی شہرت فرقِ باطلہ کے رد سے آپ جانے ہوئے مناظر تھے۔ اور متحدہ ہندوستان کے تمام فرقِ باطلہ سے مقابلہ اور میدان مناظرہ کے علاوہ تحریر و تقاریر میں آپ کا مقام منفرد ہے۔ وسیع مطالعہ کے ساتھ بے پناہ قوت حافظہ پائی تھی۔ آپ کی مجالس، علم کے دریا بہایا کرتی تھیں۔ ایک مجلس میں گھنٹہ بھر میں ایک عالم نے شمار کیا کہ آپ بہتر (72) کتب کے حوالے، کتاب، مصنف کا نام سن وفات اور کتاب کے صفحہ نمبر تک سے دیئے۔ کوئٹہ کی ایک ایسی مجلس میں مقامی علماء حضرات نے فرمایا آپ علوم کا سمندر ہیں اور قلزم فیوضات کا لقب دیا۔ آپ کی مطالعہ کی شاہد آپ کی معرکتہ آلارا تصانیف ہیں۔ آپ ہی سے قدرت نے چکڑالوی فرقہ کی بیخ کنی کا عظیم کام بھی لیا۔

جوانی میں ہی آپ سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک ہوئے اور نسبت اویسی میں ترقی کرتے ہوئے اپنے عہدے کے عظیم صوفی اور شیخ سلسلہ بنے۔ آپ کی یادگار آپ کا سلسلہ تصوف آج دنیا کے ہر گوشے میں قلوب کو یاد الٰہی سے منور کر رہا ہے۔ اور آپ ہی کے سلسلہ تصوف کے طالبین نے نیا نظام تعلیم صقارہ نظام تعلیم کے نام سے قوم کو دیا جس میں جدید مروجہ علوم کے ساتھ مکمل دینی نصاب کو شامل کر کے ایک حسین امتزاج اور قوم کے دکھوں کا مداوا فراہم کیا گیا ہے۔ آپ کا قائم کردہ دارالعرفان ایک بین الاقوامی تعلیمی اور تربیتی مرکز بن چکا ہے۔ جہاں سال بھر تعلیم بالغاں کا کورس دنیا بھر کے مسلمانوں کو دینی تعلیم و تربیت مہیا کرتا ہے۔ جس کے ساتھ صقارہ اکیڈمی اور لاہور میں قائم صقارہ کالج بچوں کی تعلیم و تربیت میں سرگرم عمل ہیں اس مرکز کا ایک شعبہ الفلاح فاؤنڈیشن ہے جو اندرون ملک اور شمالی علاقہ جات میں تعلیم کے ساتھ طبی ضروریات مفت فراہم کرتا ہے۔ نیز ضرورتمندوں کی معاشی مدد بھی کرتا ہے۔ جب کہ اسی مرکز کا ایک شعبہ بغیر سود کے کاروبار کا کام کر کے سودی

معیشت کے مقابلہ میں اسلامی معیشت کی راہ بتانے کی سعی کر رہا ہے۔

آپ کی یادگار ایک ماہنامہ "المرشد" کے نام سے شائع ہوتا ہے جو خالص دینی مضامین پہ مشتمل ہوتا ہے۔

آپ کے تربیت یافتہ افراد جاپان سے امریکہ تک اور چین سے افریقہ تک دنیا بھر کے ممالک میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جب کہ یہ ان کا پیشہ نہیں اور یہ بڑا کمال ہے کہ ہر شخص اپنی مزدوری' ملازمت یا کاروبار سے وقت بچا کر دینی کام کر رہا ہے۔ ہزاروں افراد اس دور میں بھی صاحب کشف و کرامات اور فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ سے آراستہ ہیں۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں جہاد کر رہے ہیں۔

آپ کی بیس سے زائد تصانیف بھی آپ کے اسی (80) برس کے مطالعہ کا حاصل ہیں۔ جن میں تصوف کے موضوع میں دلائل السلوک' حیات انبیاء اور تحقیقی موضوع پر "تحذیر المسلمین عن الکید الکاذبین اور الدین الخالص جیسے گوہر عالمتاب اپنا خاص مقام رکھتی ہیں۔

آپ 18 فروری 1984ء کو 80 برس کی عمر میں واصل بحق ہوئے اور مرشد آباد چکڑالہ ضلع میانوالی میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

فقیر محمد اکرم اعوان عفی

دارالعرفان' ضلع چکوال

داخلہ برائے آٹھویں جماعت

صفارہ اکیڈمی دارالعرفان چکوال

تحریری امتحان - 27 جنوری 1994ء
وقت - دو بجے دوپہر

انٹرویو

انٹرویو - 28 جنوری 1994ء
وقت - دس بجے صبح

امیدوار اگر ۲۶ جنوری نمازِ عشاء تک پہنچ جائیں تو اُن کے رات قیام کا بندوبست ہوگا۔ البتہ سردی کا بستر اپنا ضرور لیتے آئیں۔ یہاں آج کل ۳ درجے سنٹی گریڈ تک ٹمپریچر رہتا ہے۔

پرنسپل صفارہ اکیڈمی

مسلمان کی جنگ اسلام سے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ○ (۱۳۹ : ۳)

برادران گرامی عزیزان محترم السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

الحمد اللہ کہ ہمیں اللہ کے نام پر جمع ہونے اور اپنے نظریئے' اپنی بقا' اپنے عقیدے' اپنے ایمان کے بارے کوئی لمحہ بات کرنے' بات سننے اور سوچنے کا نصیب ہوا۔ آج کا جو ماحول اور جس ماحول میں ہم زندہ ہیں اس میں اور پہلے زمانوں میں بہت بڑا فاصلہ ہے۔ اسلام جب دنیا میں ظاہر ہوا اور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان نبوت جہاں انسانیت کے لئے ہدایت کی دعوت تھی وہاں تمام باطل خداؤں کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج تھا۔ ان کی خدائی کو ان کی حاکمیت کو ان کی سلطنت اور رعب و دبدبے کو چیلنج تھا۔ اسلام اور دنیا کے سارے وسائل مادی وسائل حکومتی اختیارات مال و دولت تجارتی منڈیاں اور افرادی قوت سارے کی ساری باطل اور کفر کے پاس تھی۔ اسلام کے پاس اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات تھیں۔ اللہ کا نور تھا اور اللہ کی تائید تھی۔ جہاں تک کفار میں یہ بات پہنچی انہوں نے اسے ایک چیلنج کی حیثیت سے ہی قبول کیا' اور اپنی ساری کوششیں ایک اسی جملے کو مٹانے پہ صرف کر دیں جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری انسانیت کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ مادی وسائل کفر کی حیلہ سازیاں اور مشرکوں کا ظلم و تشدد مل کر بھی برکات مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روک نہ سکا اور نور خدا لمحہ بہ لمحہ' دن بدن روز بروز پھیلتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ ایک مختصر سے عرصے میں روئے زمین کی ساری طاقتیں شکست کھا کر پاش پاش ہو گئیں۔ اور ہسپانیہ سے لے کر چائنہ تک اور سائبیریا سے لے کر افریقہ تک ایک سلطنت معرض وجود میں آ چکی تھی۔ جس کا امیر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطیب ہوتا تھا اور جس سلطنت میں کافر کو بھی اگر انسانی حقوق نصیب ہوئے تو تاریخ انسانیت گواہ ہے کہ وہ سلطنت اسلام کی تھی۔ مسلمانوں کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی اللہ کی تھی۔ اللہ کے دین کی تھی۔ اللہ کی کتاب کی تھی یہ نری ہماری مسلمانوں کی

عقیدت نہیں ہے بلکہ یہ تاریخی حقائق ہیں۔

زمانہ چلتا گیا دن بدلتے رہے دوریاں بڑھتی رہیں۔ ایک عرب شاعر نے بڑی مزے دار بات کی تھی وہ کہتا ہے۔

کُنّا کہ زَوُج حمامتہٍ فی ایکتم قمتیعن بصحتہ و شبابہ

نَخلَتْ زَمانْ بنا و فرق بنہا اِنَّ الزمانْ مفرق الاَحُبابِہ

زمانہ بدلتا رہا' مرور زمانہ نے ہمیں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات سے دور کر دیا۔ مادی دنیا کی چمک ہماری آنکھوں میں آئی۔ دنیا کے لالچ نے ہمارے دل پر قبضہ کیا اور ہم اپنے کلمہ اسلام سمیت' عجیب بات تو یہ ہے کہ کلمہ اسلام سمیت کفر کے ماتحت ہوتے چلے گئے اور وہ اقتدار و اقبال جو اسلام کے طفیل نصیب ہوا تھا اور وہ عظمتیں جو خاصہ اسلام تھیں وہ ہمارے دامن سے ایک ایک کر کے چھنتی گئیں لیکن یاد رکھئے اگر اس پورے زمانے کی چودہ سو سال کی تاریخ پہ نگاہ کی جائے تو مسلمان وہ خوش نصیب قوم ہے جن کے پاس ہر زمانے میں جاں نثاران رسالتؐ پناہ موجود رہے۔ ہر زمانے میں وہ لوگ موجود رہے جنہوں نے سلطنت سکندری کو لات ماری اور فقر و درویشی میں اللہ کا نام اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے احیا کے کام کو زندہ رکھا اور تاریخ اسلام ان ہی کے ناموں سے روشن ہے جنہوں نے اگر ملکوں کی سرحدیں نہیں بدلیں تو دلوں کے حال ضرور تبدیل کر دیئے اور دلوں کی ریاستیں تبدیل کر دیں اور ویران دلوں میں یاد الٰہی کے پھول کھلائے۔ اللہ نے ان قدسی نفس لوگوں سے اسلام کی بقا اور احیاء کا کام لیا۔ سلاطین و امراء جب ان کی برکات سے محروم ہوئے تو اپنی سلطنت و دبدبے سمیت کفر کے محتاج ہو گئے اور کافروں کے زیر نگیں چلے گئے۔ تاریخ اسلام میں وہی سلاطین و امراء سر بلند نظر آتے ہیں۔ جن کے ساتھ اللہ کا دین ہے اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات ہیں اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت جن کے ساتھ موجود ہے۔ جنہوں نے اس سے انحراف کیا وہ ذلت کی تاریکیوں میں ڈوب گئے اور ان کے زبانی دعوے انہیں نہیں بچا سکے۔ ایک لمبی داستان ہے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے کہ اللہ کے وہ بندے جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ کا فیض پہنچا تھا۔ فیض صحبت نے جن کے سینے منور کئے تھے اور جنہوں نے کائنات کا معلوم دنیا کا تین حصہ علاقہ فتح کیا تھا۔ ان کی برکات میں ایک عجیب برکت و کرامت اور بھی تھی اور اس کی یاد دہانی کرانا میں ضروری سمجھتا ہوں اس لئے کہ وہ کرامت آج بھی ہمارے سامنے موجود ہے۔ ان کے وجودوں میں اللہ نے یہ برکت رکھ دی تھی کہ' اتنا خلوص تھا ان کے وجود میں' ان کے دلوں میں ان کے ضمیر اور ان کے مزاج میں کہ جہاں جہاں صحابہ کرام کے قدم پہنچے روئے زمین کے جس خطے میں جس ملک میں جس صوبے میں جن ویرانوں میں' جن جنگلوں میں جن صحراؤں میں صحابی پہنچے زمانہ کئی کروٹیں لے گیا لیکن وہاں سے اذان کی آواز بند نہیں کی جا سکی اور وہاں سے اسلام کو ہٹایا نہیں جا سکا یعنی دنیا کی تاریخ آج بھی موجود ہے کہ جہاں جہاں روئے زمین پر خادمان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدوم پہنچے جو مٹی ان کے گھوڑوں کے قدموں سے' ٹاپوں سے آشنا ہوئی' جس ہوا میں انہوں نے سانس لئے' جن چشموں پر انہوں نے پاؤں دھوئے اور جس فضا میں انہوں نے اذانیں دیں وہ فضائیں آج بھی اللہ اکبر کی آواز سے گونج رہی ہیں۔

اور میں آپ کو یہ عرض کرتا چلوں کہ برصغیر کا یہ ٹکڑا جسے آپ پاکستان کہتے ہیں یہ میرا اور آپ کا کمال نہیں ہے یہاں اس فضا میں ان ویرانوں میں اس زمین کے سینے میں آج بھی صحابہ کے وجود آرام فرما رہے ہیں یہاں پاکستان رہے گا' اور اسے کوئی نہیں مٹا سکتا۔ یہ جو کہہ دیا جاتا ہے جسے حکومت مل جاتی ہے کہتا ہے ملک رہے گا جو حزب

اختلاف میں جاتا ہے وہ کہتا ہے مجھے حکومت نہیں دو گے تو ملک ٹوٹ جائے گا۔ ملک نہ حاکم بچا رہا ہے اور نہ حزب اختلاف بچا رہا ہے۔ ملک کو صحابہ کا خلوص بچا رہا ہے اور یہ ان کا خلوص تھا کہ ہزار سال تک مسلمان یہاں حکومت کرتے رہے۔ ہزار سال بعد ان پر زوال تب آیا جب انہوں نے ان کی غلامی چھوڑ دی۔ مسلمانوں کے پاس وسائل کی کمی نہیں تھی۔ مغل حکمرانوں کے پاس دولت کی کمی نہیں تھی اور یورپ سے آنے والے اور تجارتی کوٹھیاں بنانے والے چور اور اچکے مالی اعتبار سے ان کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ فوجی اعتبار سے ان کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ افرادی قوت کے اعتبار سے ان کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے مسلمانوں پر زوال آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اور صحابہ کے نقش قدم پر چلنے کو چھوڑنے سے اور اس نعمت کی محرومی سے آیا کہ ان کے تاجوں کے ہیرے آج ملکہ برطانیہ کے تاج میں جگمگا رہے ہیں اور جن تختوں پر بیٹھ کر یہ حکومت کیا کرتے تھے وہ عجائب گھروں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

حکمرانوں پر تو یہ غفلت آئی لیکن اللہ کے وہ بندے جو برکات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین تھے۔ ان کی تاریخ گواہ ہے کہ پورے انگریزی اقتدار میں انہوں نے محلوں میں رہنے کی بجائے اپنا وقت جیلوں کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں کاٹا' خانقاہوں میں بوریے پر آرام فرمایا' بھوک برداشت کی لیکن قَالَ اللّٰہُ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کو ختم نہ ہونے دیا اور اپنی زندگی کا ہر لمحہ مسلمانوں کو اللہ کا دین ترویج کرتے رہے اور آزادی کی تڑپ کو زندہ رکھنے والوں نے مالٹا کے جزائر کو آباد کیا۔ اور دریائے شور کے پار کالے پانیوں کے پار جا کر جزیروں میں عمریں کاٹیں جانیں دیں' زندگیاں دیں' ماریں کھائیں' شہید ہوئے' گردنیں کٹائیں' گھر لٹوا دیئے لیکن اللہ کے دین کے امین بن کر مسلمانوں کو ہر دور اور ہر عہد میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچاتے رہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی برکات تھیں۔

آج بڑے آرام سے کہہ دیا جاتا ہے کہ قادیانیت کو ہم نے اقلیت قرار دے دیا' بہت بڑا تیر مارا لیکن ان شہداء کو' ان علماء کو' اللہ کے ان مجاہد بندوں کو کوئی یاد نہیں کرتا جنہوں نے اس کے پیدا ہونے سے لے کر اس کے خاتمے تک لاکھوں جانیں اس پر نچھاور کر دیں۔ یہ انقلاب سے نہیں ہوئی' یہ پوری تاریخ ہے اس کے پیچھے اسی طرح بڑا کریڈٹ لیا جاتا ہے۔ ہم نے ملک بنا دیا' ملک بنانے میں بھی وہ جذبہ تھا وہ جوش تھا' وہ جنون تھا جو اہل حق نے مسلمانوں کے دلوں کو دیا اور انہیں زندہ رکھا۔ اللہ کی قسم اگر مسلمانوں کو نفاذ اسلام کا دعویٰ نہ دیا جاتا یہ دعوت نہ دی جاتی یہ وعدہ نہ کیا جاتا اور جو کچھ آج کہا جاتا ہے سیاستدان سے لے کر پیر صاحب تک اور مولانا سے لے کر سیاسی لیڈر تک ہر کوئی جمہوریت کی بات کرتا ہے ادیب بھی شاعر بھی اخبار نویس بھی ساری دنیا ریڈیو میں ٹیلی ویژن میں۔ میں راستے میں سن رہا تھا ریڈیو کا تبصرہ کہ لوگ کہیں گے پاکستانی بڑے جمہوریت نواز ہیں ووٹ ضرور دینا لیکن معاف کیجئے گا۔

جن لوگوں کو آپ نے راستے میں کٹوا دیا جو گھروں کو چھوڑ کر آئے جن کی عزتیں لٹیں' جن کی جانیں لٹیں جن کے بیٹے ذبح ہو گئے' کیا انہیں یہ کہا گیا تھا کہ جانیں دو' مسلمانوں تمہیں جمہوری ملک دیا جائے گا' خدا کا خوف کرو اور اپنی تاریخ کو دیکھو۔ ہر کہنے والوں نے ان غریبوں سے یہ کہا تھا کہ ایک ملک ہو گا اس پر اللہ کی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت ہو گی' بندے بندوں کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے۔ اور اپنی منشا کے مطابق اپنے عقیدے' اپنے ایمان کے مطابق اللہ کی سر زمین پر اللہ کے بندے بن کر زندہ رہیں گے۔ اور ان پر حاکمیت صرف اللہ کی ہو گی اور وہ مسلمان اور اسلامی ریاست ہو گی اور مثال

ریاست ہو گی۔ آج اسلام فرد کا ذاتی معاملہ بن گیا اور ریاست ساری کی ساری جمہوریت میں چلی گئی۔ آج کا دور اس دور سے مشکل ہے میرے بھائی۔ مکے میں اہل مکہ جمع ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ پر یلغار کرنے کے لئے عرب قبائل جمع ہو گئے تھے۔ پھر مدینہ کی چھوٹی سی ریاست پر یلغار کرنے کے لئے قیصر و کسریٰ دو سپرپاورز آ گئی تھیں اور اس زمانے میں جب قیصر کے ہر ایک گورنر کے پاس ڈیڑھ لاکھ سپاہی ہوا کرتے تھے۔ اور دست بدست لڑائی تھی۔ قیصر اور کسریٰ کے مقابلے میں کھڑا ہونا سوائے ان لوگوں کے جن کے سینے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی برکات سے سرشار تھے۔ ممکن نہ تھا پھر زمانہ بدلا کفر نے سازشیں کیں، مسلمانوں سے دین کی برکات چھوٹیں اور کفر کو غلبہ حاصل ہوا۔ اور وہ بیت المقدس، وہ قبلہ اول جو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں آزاد ہوا تھا پھر کفار کی گرفت میں چلا گیا۔ اور وہ قتل عام ہوا بیت المقدس کی فتح پر کہ گلیوں میں دریا بہہ گئے مسلمانوں کے خون کے۔ صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ علیہ کو اللہ نے ہمت دی۔ ساری زندگی غدار مسلمان اس کا راستہ روکتے رہے۔ اتنی لڑائیاں اسے کفر سے نہیں لڑنا پڑیں، جتنی غداروں سے لڑنا پڑیں اور پھر اس کے مقابلے میں جو طاغوتی طاقتیں جمع ہوئیں وہ یورپ کی عیسائی قوتیں تھیں چین نہیں جا سکا جاپان وہاں نہیں پہنچ سکا امریکہ نہیں آ سکا، روس نہیں آ سکا لیکن آج دنیا ایک گھر بن چکی ہے آج جہاں ایک مسجد سے آواز بلند ہوتی ہے۔ جاپان سے لے کر امریکہ تک اور افریقہ سے لے کر سائبیریا تک سارا کفر متحد ہو جاتا ہے اس کے خلاف کام کرنے کے لئے۔ آج کا چیلنج وہ چیلنج ہے کہ کوئی اللہ کے منتخب بندے جن پر اللہ کا احسان ہو گا اور جن میں یہ جرات رندانہ ہو گی کہ روئے زمین کی ہر طاقت سے ٹکرانے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔ وہ دین کے پلیٹ فارم پر آ سکیں گے ورنہ نہیں۔ ورنہ آج کا بیشتر دین کا حصہ بھی مصنوعی ہے میرے بھائی۔ جب یہ ملک آزاد ہو گیا، انقلابات زمانہ دیکھئے اور آج اپنے آپ کو ٹریس کیجئے کہ ہم کہاں پہنچ چکے ہیں ہماری اسلام سے دوری کے سبب آدھا پاکستان ہم سے کٹ گیا کیوں رشتہ کیا تھا۔ بنگال میں اور مغربی پاکستان میں؟ کیا زبان ایک تھی رنگ ایک تھے، قوم ایک تھی، نسل ایک تھی، کیا ایک تھا ہم میں؟ دین ایک تھا ہمارے درمیان بائنڈنگ فورس جو تھی۔ اتحاد یا متحد رکھنے والی قوت دین تھی جب دین نکل گیا تو انہیں الگ ہونا چاہئے تھا۔ ایک فطری رد عمل تھا کہ وہ بائنڈنگ فورس ہی جب ختم ہو گئی تو جوڑ کیسے لگا رہ جاتا۔ اب جو پاکستان بچا آپ اپنی سیاسی جماعتوں کے پروگرام دیکھ رہے ہیں خدا کے لئے دیانت داری سے سوچئے۔

موجودہ حکومت ہر ضلع میں ایک گورنر بنائے گی۔ گویا ایک پاکستان کے اسی پاکستان بنائیں گے۔ ہر ضلع میں کیبنٹ ہو گی۔ ہر ضلع میں منسٹر ہوں گے۔ اس کا مطلب ہے ہر ضلع کا تعلیمی بورڈ بنے گا اس کا مطلب ہے ہر ضلع کا الگ خزانہ ہو گا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہر ضلع کی الگ پولیس فورس بھی ہو گی۔ پھر باقی ایک فوج رہ جاتی ہے اس کو بھی ہر ضلع میں الگ بنا دینا ایک پاکستان کے اسی (۸۰) پاکستان بنا دیے جائیں یعنی اپنے خادموں میں سے اسی بندے مسلط کر کے پورے ملک کی گردن دبا دی جائے، کتنا خوبصورت نسخہ ہے۔ یہی نسخہ انگریز کے پاس تھا۔ متحدہ ہندوستان برصغیر پر پینتیس سو (۳۵۰۰) ساڑھے تین ہزار انگریز حاکم تھے۔ اور پورے برصغیر پر حکومت کرتے تھے۔ نسخہ یہی تھا کہ جہاں نبض دھڑکتی ہے وہاں انگریز بیٹھا ہوتا تھا۔ کیا آج کا مسلمان اتنا ہی بے حس ہو چکا ہے، کیا ہمیں اپنی بقا کی اتنی فکر بھی نہیں رہی اور مجھے دکھ ہے اس مکتب فکر سے جو اللہ کے نام پر دین کے نام پر اور اسلام کے نام پر۔ پھر انہی قوتوں کو آنے کی دعوت دے رہے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ علماء کے پاس بھی فنڈز سعودی عرب سے آتے ہیں اور سعودی عرب کا سارا بجٹ امریکہ کے سود پر چلتا ہے۔ سارے

اسٹس جو سعودیہ کے امریکہ میں ہیں ان میں پندرہ فیصد جو سود آتا ہے خالص سود سے اپنا بجٹ چلاتے ہیں۔ یہاں جن میناروں پر آپ چونے لگاتے ہیں آپ جو رنگین اینٹیں دیواروں میں لگا رہے ہیں اور بڑے بڑے مدرسے سعودی مدد پر بنا رہے ہیں' یہ سارا امریکی سود کا پیسہ ہے۔

مصیبت تو یہ ہے کہ صرف سیاست دان ہی نہ بکا' دین کا پہلوان بھی بک گیا۔ اس نے کسی سیاسی طاقت سے پیسے لے لئے اس نے جا کر سعودی عرب سے لے لئے' پیسہ وہ بھی امریکہ کا وہ بھی حرام ہے یہ بھی حرام ہے وہ بھی سود ہے یہ بھی سود ہے۔ فرق کیا بچا اور پیر صاحب نے وظیفہ بتا دیا کام نہ کرو' کام رب کرے گا تم وظیفہ پڑھ لو رب نے پیدا کیا عقل دی' شعور دیا' طاقت دی' فکر دی اور علم دیا' کتاب نازل کی' اپنا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجا اور فرمایا اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ میں نے تیرے سامنے راستے کھول دیئے ہیں۔ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا (۳ : ۷۶) چاہتا ہے تو نیکی کر لے اور اگر برائی کرنا چاہتا ہے تو آزما کر دیکھ لے جب آئے گا اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ○ ثم ان علینا حسابھم (۲۶' ۲۵ : ۸۸) ایک ایک پل کا حساب لے لوں گا۔ وہ معابد اور وہ خانقاہیں ہیں۔ جہاں سے دلوں کو نور اور نئے جذبے ملا کرتے تھے۔ پیشہ ور پیروں نے وہاں بیٹھ کر بے عملی کا درس دیا۔ علماء نے بڑا تیرا یہ مارا کہ سعودیہ سے پیسے لے کر بڑی سی مسجد بنا دی اور سوچا خوب موٹے بنو اور جان بناؤ۔ اور کسی کا باپ مر جاتا ہے تو بیٹوں کو صف بنوا کر کہا جاتا ہے کہ جنازے کی نیت اس طرح سے ہے یار خدا کا خوف کرو جس مسجد میں وہ نماز پڑھتا ہے اس عالم پر فرض نہیں ہوتا کہ دین کی ابتدائی تعلیمات تو انہیں بتا دے۔ ان کی نماز کی اصلاح تو کر دے انہیں کلمہ طیبہ کے معنی تو بتا دے تو جب دین کے علمبردار کے ہاتھوں یہ ادارے تباہ ہوئے تو سیاست دان تو پہلے یہاں سٹیج پر کھڑے ہو کر امریکہ کو گالیاں دیتے ہیں اور اپنے بیوی بچوں کو وہاں سیٹل کرنے کے لئے محنت کرتے ہیں ان کی خوشامدیں کرتے ہیں بیویاں وہاں' بیٹے وہاں' بیٹیاں وہاں' پڑھتے وہاں ہیں۔ رہتے وہاں ہیں کھاتے وہاں کا ہیں' یہاں ہمیں بے وقوف بنانے کے لئے بظاہر دو گالیاں دے دیتے ہیں۔ لیکن لوگو کب تک۔

کیا مجھ پر اور آپ پر یہ فرض نہیں ہے؟ کیا دین صرف پیر صاحب کا ہے؟ دین صرف مولوی صاحب کا ہے اور ملک صرف سیاست دان کا ہے۔ میرا اور آپ کا نہیں ہے۔ مجھے اور آپ کو قبر میں نہیں جانا۔ مجھے اور آپ کو اللہ کو حساب نہیں دینا۔ لوگو! ہم کیا کہیں گے' ہمارے پاس ایک سلطنت ہے۔ کیا اللہ کا دین ہم اس سلطنت پہ بھی لاگو نہیں کر سکتے۔ آج بھی بڑی دردناک تصویر تو بنتی ہے لیکن دردناک وہ بھی کم نہ تھی کہ اس بوڑھے آسمان سے پوچھو یہ گواہ ہے کوہ صفا پر کھڑا ہوا اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک فرد تھا۔ پوری انسانیت میں ایک لمحہ آسمان کو وہ بھی یاد ہے کہ پوری انسانی برادری میں روئے زمین پر اللہ کا اکیلا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑا ہوا اللہ کی توحید کا اعلان کر رہا ہے۔ کہاں تھی افرادی قوت' کہاں تھے مادی وسائل' کہاں تھا مال و دولت' کہاں تھے لشکر اور افراد؟ ایک ایک کرکے خدام نبوت جمع ہوئے اور نور نبوت سے ان کے سینے روشن ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توپیں نہیں دیں' تلواریں نہیں دیں' دولت نہیں دی' کیا دیا؟

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ایک ایک باڈی سیل کو اللہ کا ذاکر کر دیا۔ صحابہ کے اور جب اللہ کی تائید آئی' دنیا کے سارے وسائل بھی ان کے قدموں پر ڈھیر ہو گئے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ جب اسلام مکے میں پنپنے لگا اور کفر اور مشرکوں کے جبر و تشدد سے نہ رک سکا تو ایک لمحہ ایسا بھی آیا جو ہمارے آج کے حال سے مطابقت رکھتا ہے کہ تمام قبائل مکہ نے معاہدہ کر لیا کہ کوئی شخص محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور اس کے ماننے والوں

کو پناہ نہ دے' حتیٰ کہ یہ وہ تاریخی معاہدہ ہے جس میں بنو ہاشم کو بھی شامل کیا گیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کا قبیلہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی قبیلہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حال میں بھی عجیب بات ارشاد فرمائی جو اللہ کے نبیؑ ہی کا حوصلہ اور جرات ہے اور وہی کہہ سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف قبائل کے امراء کے پاس تشریف لے گئے اور جہاں تشریف لے جاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے لوگو! اللہ کا دین لاوارث اور بے بس نہیں ہے۔ یہ بندوں کی محض آزمائش ہے۔ آج اگر تم اللہ کے دین کو سینوں سے لگا لو' کل یہ دنیا کی سلطنت تمہارے قدموں میں ہو گی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑاتے تھے کہ خود سر چھپانے کے لئے پناہ چاہتے ہیں اور ہمیں دنیا کی حکومت کی نوید سناتے ہیں۔ پندرہ قبائل کے پاس گئے بعد دیگرے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے کر گیا۔

لوگو! کیا یہی حال نہیں ہے جیسے ہمیں صبح شام پانچ دفعہ اذان سنائی دیتی ہے۔ لیکن ہماری امیدیں مختلف لوگوں سے مختلف قوموں سے اور مختلف ذاتی مسائل سے اپنے مفادات سے وابستہ ہیں۔ اسی طرح بات ان کی سمجھ میں بھی نہیں آتی تھی۔ جیسے آج ہم سوچتے ہیں کہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں دنیا کے بڑے بڑے ادارے دنیا کے بڑے بڑے وسائل تو کفر کے پاس ہیں تو یہ کیسے اسلام ہو جائے گا۔ اور اسلام کیسے پنپ سکے گا۔ اور مسلمان کیسے واپس آ سکے گا۔ یہی بات وہ مذاق کرتے تھے محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ اسی سفر میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کے امراء کے پاس بھی گئے جنہوں نے نہ صرف مذاق اڑایا' نہ صرف انکار کیا بلکہ نوکروں اور بچوں کو پتھر دے کر پیچھے لگا دیا۔ یہ وہ پیغام ہے جس کے سنانے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زخمی ہونا پڑا۔ خون مبارک کو گرانا پڑا۔ اور وجود اطہر تک کو اذیت سہنا پڑی۔ بالآخر مدینہ کے کچھ لوگ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ پانچ آدمی تھے۔ وادی عقبہ میں جا کر انہوں نے قیام کیا۔ عربوں کی عادت تھی۔ قریب مغرب کے اگر شہر کے قریب پچھلے پہر پہنچے تو شہر میں داخل ہونے کے لئے اگلی صبح کا انتظار کرتے اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راتوں کو اکیلا و تنہا پتھروں سے بھرے راستوں پر چلتا ہوا ان قبائل کے پاس تشریف لے جاتا اور وہی دعوت پیش فرمایا کرتے کہ آج اللہ کے دین کو اپنا لو۔ اللہ کی کائنات تمہارے قدموں میں آجائے گی۔ ساتھ اللہ کے قرآن کی آیات تلاوت فرماتے تھے۔ اس قافلے کے سردار نے جب آیات سنیں تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روک لیا۔ عرض کیا ذرا رک جائیے۔ مجھے اپنے ساتھیوں کو بلا لینے دیجئے۔ میں نے ایسی بات زندگی میں پہلی دفعہ سنی ہے جو سنتے تھے وہ کانوں سے دماغ تک پہنچتا تھا یہ تو سارا وجود سنتا ہے اور سیدھا دل تک جاتا ہے یہ ہے کیا شے؟ اس نے اپنے دوسرے ساتھی بلا لئے۔ انہوں نے سنا انہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات پر یقین ہو گیا وہ کہنے لگے ہمیں اجازت دیجئے ہم واپس جائیں۔ اپنی قوم سے بات کر سکیں۔ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیے۔ ہم حق خدمت ادا کریں گے۔ اگلے سال پھر آئے زیادہ لوگوں کو ساتھ لے آئے۔ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں قاصد بھیج کر بلوایا۔ اسے بیعت ثانی کہتے ہیں جب وہ بیعت کر رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو ایک بندہ کھڑا ہو گیا انہی کے قافلے کا تھا اس نے کہا ٹھہر جاؤ لوگو! ابھی بیعت نہیں کرو۔ کیوں نہیں کریں؟ اس نے کہا دیکھو یہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت نہیں کر رہے' تمہاری یہ بیعت پوری دنیا کے کفر کے خلاف اعلان جنگ ہے سوچ کر کرو۔ ان سب نے کہا ہم نے سوچ لیا ہے۔ ہم جانیں دیں گے۔ ہم مال دیں گے۔ ہم اولاد دیں گے۔ ہم مٹ جائیں گے

لیکن عہد وفا کریں گے۔ کتنے خوش نصیب تھے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم رکاب لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔ مدینہ منورہ کو رونق بخشی۔ خادمان رسالت نے مکہ چھوڑا۔ اللہ کی قسم انہی لوگوں نے مکہ فتح کیا لیکن اپنی جائیدادیں واپس نہیں لیں۔ مکے میں صلوۃ قصر پڑھا کرتے تھے کہ ہم مسافر ہیں ہم اللہ کی راہ میں چھوڑ چکے۔

تاریخ عالم گواہ ہے کہ دنیا کا کفر ٹوٹ پڑا تھا۔ کفر مار کھاتا رہا اور اللہ کے وہ بندے سر بلند ہوتے رہے حتیٰ کہ غزوہ خندق میں سارے قبائل عرب جمع ہو کر۔ خود قرآن گواہ ہے اللہ فرماتا ہے۔ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا "شدیدا" جھنجھوڑ کر رکھ دیا گیا تھا انہیں لیکن وہ اللہ کے اعتماد پر اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر جمے رہے تو اس کے انعام میں رب کریم نے یہ آیہ مبارکہ نازل فرمائی۔ عین خندق میں نازل ہوئی تھی فرمایا۔ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اللہ نے فیصلہ دے دیا کہ آئندہ ہمیشہ کامیابی تمہاری رہے گی۔ تمہاری اولادوں کی ہو گی۔ تمہارے ماننے والوں کی ہو گی۔ اس کتاب کو ماننے والوں کی ہو گی۔ مسلمانوں کی ہو گی۔ شرط یہ ہے کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا کرتے رہو۔ وَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم کھرے مومن بھی رہے' کامیابی' قربانیاں انہوں نے دیں۔ رب کریم نے اعلان قیامت تک کے مسلمان پر فرما دیا اور تاریخ گواہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ آیہ کریم نازل ہوئی تو فرمایا کہ مسلمانو! خوش ہو جاؤ۔ آج سے کفر تم پر چڑھائی نہیں کر سکے گا۔ اب وہ اپنا دفاع کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اور آج سے اسلامی لشکر بڑھ کر ظالموں کا ہاتھ ظلم سے روک دینے کے لئے پیش قدمی کیا کرے گا۔ پوری تاریخ گواہ ہے کہ تب سے لے کر آج تک جہاں نور ایمان رہا وہاں کفر چڑھائی نہیں کر سکا اور مسلمان پیش قدمی کرتے چلے گئے حتیٰ کہ تیئس برسوں میں قرآن حکیم مکمل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد تیئس برسوں میں روئے زمین پر اسلامی سلطنت مکمل ہو چکی تھی۔

آج پھر اللہ کا دین مسافر ہے آج پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے احیاء کی بات نہیں ہوتی آج پھر دنیا کے مختلف ازم لائے جاتے ہیں۔ مختلف سلطنتیں لائی جاتی ہیں۔ مختلف لیڈر لائے جاتے ہیں۔ ہر بات ہوتی ہے اگر بات نہیں ہوتی تو دین کی اور کتنی زیادتی ہے کہ جس دین کے نام پر ملک تقسیم کیا گیا۔ آج تک اس کے تعلیمی نصاب میں دین کو جگہ نہیں دی گئی نوجوان کو یہ نہیں بتایا گیا کہ اسلام کیا ہے۔ آنے والوں کو یہ خبر نہیں ہونے دی گئی بلکہ گنتی کے چند افراد تب سے اب تک حکومت و اقتدار پر قبضہ کئے ہوئے ہیں۔ آج پھر اس ملک سے دین کو رخصت کرنے کی سازش ہو رہی ہے۔ آج یہ سازش مکمل ہونے کو ہے۔ کہ اس میں نام مسلمانوں کے رہیں نام محمد دین ہو لیکن دین محمد سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ نام اس کا اسلامی ہو لیکن اگر اس میں کچھ نہ ملے تو صرف اسلام اس میں سے ناپید کر دیا جائے۔ ہماری معیشت میں سود' ہماری سیاست میں جھوٹ' اور ہماری حکومت میں ظلم شامل کیا جا رہا ہے اور اس ظلم اور اس سود کو تحفظ دیا جاتا ہے آج پھر وہ زمانہ ہے کہ ایک ایک مسلمان کے دروازے پر اسلام یہ پوچھتا ہے کہ اگر آج تم مجھے گلے لگا لو' مت ڈرو' سپر پاورز کے وسائل سے اللہ کی طاقت سب سے سپر ہے۔ آج تم اللہ کے دین کو پناہ دو' اللہ کائنات کی سلطنت تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دے گا۔

لوگو! وہ دیوانے کہاں گئے جو اس نام پہ کٹ مرا کرتے تھے آج پھر ان لوگوں کی ضرورت ہے۔ جو پھر اس مہاجر کو اپنے سینے میں جگہ دیں۔ آج پھر ان افراد کی ضرورت ہے جو اپنے گھروں کے دروازے اس کے لئے کھول دیں۔ آج ہمیں دین کو نہیں۔ ارے دین کیا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا نام ہے۔ آپ نے دین کو نہیں آپ نے محمد

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر لانا ہے۔ آج پھر وہی وعدہ اللہ کا ہے کہ دنیا کی کفر اور باطل طاقتیں عروج پر ہیں۔ وہ صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتی ہیں سنت پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور اللہ کی طرف سے آج پھر یہ اعلان ہے کہ جو کوئی اس دین کو دین کے پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین اسلام کو اس کی تعلیمات کو اس عمل کو اپنے سینے میں اپنے گھر میں اپنے ملک میں جگہ دے گا۔ اقبال اس کا ہو گا عظمت اس کی ہو گی حکومت و سلطنت اس کی ہو گی۔

اور میں یہ آپ سے کہتا چلوں، میرا عقیدہ ہے کہ جہاں جہاں صحابہ کے قدم پہنچے وہاں سے اسلام مٹے گا نہیں بڑھے گا، پھیلے گا، انقلاب آئے گا، اسلام قائم ہو گا۔ یہ الگ بات ہے کہ کون خوش نصیب ہے اور کس کے حصے میں یہ سعادت آتی ہے۔ میں نے کوشش کی تھی کہ اس سارے قصے کو آسان سی زبان میں آپ تک پہنچا سکوں اجازت ہو تو میں کہہ دوں۔

ایک دور تھا مشرک کو گوارا نہ تھی یہ بات
بستا ہو اس شہر میں اللہ کا نبیؐ بھی
جس شہر پہ قابض ہے وہ پشتوں سے ہمیشہ
اسی شہر میں کوئی بات سنے اور کسی کی
کیا شہر بدر بت کے پجاری نے نبیؐ کو
ہوئی تنگ زمین اپنے شہر اپنے گلی کو

بڑا فاصلہ ہے تب اسلام اور داعی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بت پوجنے والوں نے شہر بدر کیا

مشکل ہوا جینا وہاں عشاق نبیؐ کا
ہوئی فکر تھی اللہ کے نبیؐ کو بھی انہی کی
گئے آپؐ قبائل کے امیروں کے گھروں میں
مل جائے پناہ بن سکے صورت ہی بھلی سی
تھی بات نرالی جو کہی آپؐ نے جا کر
سنو بات اگر آج تم اللہ کے نبیؐ کی
(کتنی عجیب بات ہے یار)
دین لاؤ خدا کا اگر آج گھروں میں
مل جائے گی اک روز حکومت بھی زمین کی
(جواب کیا ملتا تھا۔)
یہ سن کے وہ طنز سے کہتے تھے جواباً
خود چاہے پناہ، بات کرے تاج شاہی کی
یہی دور تھا جب ہوئی طائف کی گلی میں
سنگ باری سے خون فشاں ذات نبیؐ کی
(کیا شان رحمت تھی)
کیا کرم تھا اللہ نے کہا کوہ گرادوں
اٹھے ہاتھ تو مانگی تھی ہدایت ہی انہی کی
قسمت کے دھنی تھے کہ گئے اہل مدینہ
گئی بات اتر کے دل میں سنی جب یہ بات نبیؐ کی
پلٹے تو وہ لائے ساتھ پیغام خدا کا
کی بات مدینے میں بھی اللہ کے دین کی
ہوا دین مکیں جو کہ مسافر سا تھا لگتا
کیا خوب تھی تقدیر مدینے کی زمیں لی
گئے اب کے جو مکہ کو تو خالی نہیں پلٹے
لائے ساتھ سواری بھی وہ اللہ کے نبیؐ کی
کی جان بھی حاضر تو دیا بانٹ گھروں کو
انصار مدینہ سے نبھی بات جو کی تھی
کی کفر نے شورش تو گیا مات ہی کھا کر
بڑھتی ہی گئی شان یہاں دین مبیں کی
یوں چھائے وہ برسوں میں کہ روئے زمیں پر
ہر طرف نظر آتی تھی بس شان انہی کی
کیا خوب ہوا وعدہ نبیؐ پاک کا پورا
کیا خوب بنی سلطنت اللہ کے دین کی
پھر آج زمانہ وہی لوٹ کے آیا
پھر آج وہ آتی ہے صدا دیکھ انہی کی
گیا دین نکل آج مسلمان کے گھر سے
خطرے میں پڑی بات اب پھر دین مبیں کی

ہے کون جو دیتا ہے پناہ آج پھر اس کو
ہے کوئی سنے پھر سے وہی بات نبیؐ کی
گر آج ہے قسمت کا دھنی کوئی جہاں میں
موقعہ ہے کرے مدد وہ اللہ کے دین کی
سیکھے وہ عقائد تو کرے عمل بھی ان پر
اعمال پہ ہو مہر لگی دین مبین کی
بنے غلبہ اسلام کی خاطر وہ مجاہد
بن جائے گی دنیا پہ حکومت بھی اسی کی
یہ وعدہ باری ہے نہیں شک کی گنجائش
ایمان تو تفسیر ہے وعدوں پہ یقین کی
ہے گونج اس وعدے کی پھر آج فضا میں
یہ بات ہے گنبد خضراء کے مکیں کی
بیسماب نہیں اس میں فقط عظمت دنیا
اس میں تو برات ہے دم حشر بھی کی

برادران اسلام میرے قابل احترام بزرگو میرے عزیز بھائیو! میرے بچو! میں نے آپ کا وقت اس لئے لیا ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں، میرا اتباع نہ کرو۔ میں یہ نہیں چاہتا کسی بادشاہ کی غلامی کر لو۔ میں آپ کو ایک دعوت دیتا ہوں۔ اللہ کی کتاب آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اسے پڑھو، اسے سمجھو، اور اس پر عمل کرو۔ اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری طرف مبعوث ہوا اس کے ارشادات پڑھو، سیکھو اور اللہ کے دین کو اس ملک پہ نافذ کر دو۔ یار کم از کم اتنا تو کرو کہ اللہ کے دین کو اس سلطنت پر لاگو کر دو جو اللہ نے آپ کو دیا ہے۔ یہ باڈی سٹریچر آپ کا ملک ہے۔ آپ کی کنٹری ہے۔ آپ کا علاقہ ہے۔ اس پہ اسلام نافذ کر دو دیکھو گے یہ قوم کا Basic Unit ہے۔ ایک ایک یونٹ پر جب رنگ چڑھے گا۔ انشاء اللہ پوری قوم پر اسلام نافذ ہو گا۔ اور اللہ کی حاکمیت قائم کرو۔ اللہ کے دین کی حاکمیت قائم کرو۔ ہم نے اسی غرض کے لئے آپ کی خدمت کے لئے الاخوان کا پلیٹ فارم ترتیب دیا ہے۔ الاخوان کو کثرت کی، نعروں کی، شور شرابے کی اور چندے جمع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں ان عشاق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت ہے جو دین سیکھنا چاہیں۔ جو دین سمجھنا چاہیں اور جو دین اپنانا چاہیں۔ اگر ہم ان کے کام آ سکیں، ہم ان تک تعلیمات اسلام پہنچا سکیں تو ہم یہ سمجھیں گے کہ یہ ہماری بہت بڑی سعادت ہے۔ حاکمیت صرف اسے سزاوار ہے اور یہ ملک اس کی عطا ہے۔ اس ملک کی حفاظت کا حق ادا کرو۔ اللہ آپ کی حفاظت فرمائے گا اور اگر آج کسی نے اسے کھونا بھی چاہا تو اسے تاریخ دیکھ لینا چاہئے کہ عیسائیوں نے تاتاریوں کو وسط ایشیائی اقوام کو اکسایا کہ مسلم دنیا کو ختم کر دیا جائے۔ بدکار مسلمانوں پر تو وہ عذاب الٰہی بن کر ٹوٹے لیکن خود دین قبول کر لیا۔ اور جب سپین سے اسلام کو نکالا جا رہا تھا مشرقی یورپ کے وہی تاتاری لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا جھنڈا لے کر یورپ میں داخل ہو رہے تھے۔

؎ پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اس سے پہلے کہ ہم اللہ کی ناراضگی کا شکار ہو جائیں۔ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ وہ چاہے تو کسی اور کو اپنی محبت عطا کر دے۔

لوگو! میرے ساتھ نہیں اپنے اللہ سے عہد کرو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں واپس آجاؤ۔ اللہ کریم ہم سب کی خطاؤں سے در گزر فرمائے۔ اور ہمارے جان مال آبرو، علم اور ہر نعمت کو جو اس نے دے رکھی ہے اپنی ذات کے لئے اپنے دین کے احیاء کے لئے اور دین اسلام کی خدمت کے لئے قبول فرمائے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَتُہُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(اجتماع الاخوان۔ فیصل آباد)

وہ کہانی اور ہے

محمد اکرم اعوان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بَلِّغُوۡا عَنِّیۡ وَلَوۡ کَانَ اٰیَۃً اَوۡ کَمَا قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

محترم جناب محمد حنیف اعوان ایڈووکیٹ صاحب! جناب ڈاکٹر صاحب قابل صد احترام بزرگو! قابل قدر عزیزان گرام اور برادران اسلام۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

الحمد اللہ حنیف صاحب کے تعارف سے وہ دن یاد آئے جب اس بستی کی بنیادیں رکھی جا رہی تھیں اور انہی بنیادی دنوں کا میں بھی اس کا لائف ممبر ہوں لیکن عجیب بات ہے کہ مجھے یہاں حاضری کا اتنے سالوں بعد آج پہلی دفعہ شرف نصیب ہوا۔ اللہ کریم بار بار آنے کی توفیق بخشے اور اس بستی کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی سے سرفراز کرے۔ دنیوی امور کے ساتھ دینی عظمتیں عطا فرمائے۔ ڈاکٹر صاحب کا بصیرت افروز خطبہ آپ نے سنا۔ سبحان اللہ۔ میں اپنی بات کی وضاحت کرنے سے پہلے چند نعتیہ شعر آپ کے گوش گزار کرنا چاہوں گا۔

حسن ظاہر سے تیرے روشن جہاں رنگ و بو
پر جمال باطنی کی ضو فشانی اور ہے
دیکھتی ہے آنکھ گنبد کو کبھی در کو کبھی
دل نے جو دیکھا ہے آقا وہ کہانی اور ہے
بہتے ہیں دریا بہت شوریدہ سر موجیں بھی ہیں
بحر رحمت کی تیرے لیکن روانی اور ہے
چاہنے والوں سے چھپنا ہے وطیرہ حسن کا
در پہ تیرے عاشقوں کی میزبانی اور ہے
تیری طاعت میں ہے لطف زندگی بے شک فقیر
کیف آگہیں لذت درد نہانی اور ہے

بارگاہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک گزارش پیش کی تھی۔ اس میں کچھ محرومیاں کچھ تلخیاں اور شاید زیادہ دلربا باتیں نہ ہوں لیکن حقائق ہیں عرض کیا تھا۔

تیرا جانا بزم کی رعنائیاں تو لے گیا

جتنا جتنا ہم دور ہوئے جتنا جتنا ہم اغیار کی گود میں گئے اتنی اتنی رونقیں ختم ہوتی چلی گئیں۔

تیرا جانا بزم کی رعنائیاں تو لے گیا
ہے در و دیوار کو ویرانیاں سی دے گیا
ہیں بہت چہرے مگر لگتا ہے یاں کوئی نہیں
حال کا اپنے جب ان میں راز داں کوئی نہیں

پھول کھلتے ہیں بہاروں میں مگر تیرے بغیر
کون جائے چمن زاروں میں مگر تیرے بغیر
نالہ بلبل تو ہے سوز دروں باقی نہیں
تیری چاہت کا چمن میں وہ جنوں باقی نہیں
آ گئی گردش زمانے کی ہمارے درمیاں
دیکھ سکتا ہے زمانہ کب کسی کو شادماں
لگتا ہے سارا چمن یوں ہی اجڑ جانے کو ہے
تیرے بن اب آشیاں اپنا بکھر جانے کو ہے
گر پلٹ آؤ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو محفل پھر جواں ہو جائے گی
ورنہ اپنی دوستی بس داستان ہو جائے گی
پھر سے دیوانے تیرے ہوں گے جنوں میں مبتلا
موڑ کے رکھ دیں گے پہیہ گردش ایام کا
پھر اسی محفل کو تیرے نام سے چمکائیں گے
اپنے سینے میں بسا کر تجھ کو واپس لائیں گے
خون دے کے یہ بسایا تھا چمن تیرے لئے
اس میں پالے تھے سبھی سرو و سمن تیرے لئے
تیرے ہی روشن قدم سے اس کو پھر چمکائیں گے
پتے پتے پر تمہارا نام لکھتے جائیں گے
لا الہ کی تیغ کاٹے گی اندھیرے کا جگر
گنبد خضراء سے روشن ہو گی پھر اپنی سحر
اپنا خون سیماب دے کر اتنا ہم کر جائیں گے
نام آقا کا چمن میں پھر رقم کر جائیں گے

میں نے اپنی بات کی ابتدا حضور اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ وسلم کے ارشاد گرامی سے ایک مختصر سی حدیث پاک سے کی ہے۔ میرے بھائی میں اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ اس جہان میں اگر خوشی نام کی کوئی چیز ہے تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی بعثت ہے۔ اس جہان میں اگر کوئی دن منایا جانا چاہئے تو اس کا مستحق اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ و علیٰ الہ وسلم ہے۔ اس رنگ عالم و بو میں اگر کوئی محبوب ہے اور کوئی اس بات کا مستحق ہے کہ اس سے جنوں کی حد تک عشق کیا جائے تو وہ ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور اس عالم رنگ و بو میں کوئی ایسی ہستی ہے کہ آخر بے دم جان ہار دی جائے۔ اس کے قدموں میں اتنا اعتبار کیا جائے جتنا اعتبار اپنے آپ پر بھی نہ ہو تو وہ ذات ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اس عالم رنگ و بو میں اگر غلامی ہی کرنی ہے۔ تو صرف ایک ذات اس لائق ہے وہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور مبارک ہے وہ دن، مبارک ہیں وہ لمحے، مبارک ہیں وہ گھڑیاں اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی محفلیں سناتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سناتے ہیں اور لفظوں کو پھر سے تازہ کرتے ہیں۔ جو کبھی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمانوں کے قلوب پر آئے تھے۔

میرے بھائی ہم بھول گئے ہمیں دھوکا لگ گیا۔ جہاں تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ الہ وسلم کی ذات صفات کا تعلق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تعارف جس انداز میں کرواتے ہیں فرماتے ہیں۔ **اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰہُ یُؤتِیْ**۔ اور نہ ختم ہونے والا خزانہ رب العلمین کا اس نے مجھے تقسیم پر لگا دیا ہے۔ میں لٹانے پر ہوں اور بانٹنے پہ ہوں۔ وہاں مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ الفاظ کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنا دامن ان کے دروازے تک پہچانے کی بات ہے، کسی کو مانگنا نہ آئے، کسی کو بات کرنا نہ آئے، کسی کو کوئی شعور ہی نہ ہو، لیکن دامن ہی اغیار کے دروازے پر ہو۔ شکوے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیے جائیں۔ یہ انصاف نہیں ہو گا۔ شکایت ہو اللہ سے کہ تیری رحمتیں ہم سے دور ہو گئیں۔ ہمیں شکوے ہوں بارگاہ ربوبیت سے۔ لیکن دامن ہمارا در غیر پہ پھیلا ہوا ہو۔ تو قصور ہمارا ہے۔

بات دامن کو ان قدموں تک لے جانے کی ہے۔ بات مانگنے کی نہیں وہاں محروم کوئی نہیں رہتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم دیکھنا ہے تو چھوٹا سا واقعہ دیکھو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے۔ طائف والوں نے کیا استقبال کیا۔ پتھر مار مار کر رخ انور کو لہو لہان کر دیا۔ سیرت میں موجود ہے کہ اتنا خون اطہر بہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے مبارک پر خون جم کر پاؤں اقدس سے چمٹ گئے تھے۔ اور چلنا محال ہو رہا تھا۔ غیرت الٰہی جوش میں آ گئی۔ اللہ نے ملک الجبال کو' اس فرشتے کو جو پہاڑوں کے اہتمام پہ متعین ہے۔ حکم دے دیا کہ جاؤ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے لو۔ انہوں نے پتھر پھینکے ہیں۔ طائف میں بڑے بڑے پہاڑ ہیں ان پہاڑوں کو اٹھا کر ان لوگوں پہ پھینک دو۔ انہیں غیرت الٰہی کا تماشا دیکھنے دو۔ اس نے دست بستہ بارگاہ الوہیت میں ہاتھ اٹھا دیئے۔ فرمایا خدایا کرنا ہی چاہتا ہے۔ دینا ہی چاہتا تو انہیں میرا تعارف دے دے۔ میری پہچان دے دے۔ یہ میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہے ہیں۔ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ یہ مجھے پہچانتے نہیں ہیں۔ اگر یہ مجھے جان جائیں' یہ جان میرے قدموں پر نچھاور کر دیں۔ انہیں تباہ نہ کر۔ کیسا کرم ہے جو پتھر مار رہے ہیں ان کو بھی اللہ کے کرم کا امیدوار بنا رہا ہے اور فرماتا ہے اگر یہ نہیں تو بار الٰہا ان کی نسلوں میں تو تیری عبادت کرنے والے پیدا ہو جائیں گے۔ تیرے نبی علیہ السلام کے خادم پیدا ہو جائیں گے۔ تیرے نبی علیہ السلام کے عاشق اور چاہنے والے پیدا ہو جائیں گے۔ طائف والوں کو پتھر مارنے پہ بھی دعا دینے والا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے حال سے کیوں بے خبر ہے۔ ہمارے لئے کیوں گنبد خضراء سے کوئی صدا نہیں اٹھتی۔ کیوں عرش الٰہی کو جھٹکا نہیں لگتا۔ کیوں رحمت باری جوش میں نہیں آتی۔ روئے طائف والوں نے پتھر مارے تو محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مار رہے تھے۔ ہم سجدے بھی غیروں کو کرتے ہیں۔ ارے دشمنی ہی کر رہے تھے' کر تو محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رہے تھے نا' مخاطب تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھے۔ ہمارے تو سجدے بھی دیار غیر کو چلے گئے۔ بات وہاں سے نہیں' بات یہاں سے بگڑی ہوئی ہے۔

ہم دن مناتے ہیں۔ مجھے بڑے دکھ سے یہ کہنا پڑتا ہے۔ میں نے آج تک کوئی نعت نہیں پڑھی جس میں دینے کا ذکر ہو۔ لینے کی بات ہوتی ہے۔ میں نے آج تک تلملاتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا جس میں کوئی یہ بھی کہہ دے کہ اے رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری جان کا حقیر سا سرمایہ تیرے لئے ہے۔ میرے بچے' غبی' کمزور' کند ذہن سہی لیکن یہ تیرے خادم' تیرے سپاہی ہیں۔ میرا مال پلید سہی' میں مفلس سہی' میرے گھر جو کی روٹی سہی لیکن یہ تیرے در پہ خرچ۔ قبول فرما لے۔ ہم یہاں سے ہٹ گئے۔ جو کام اللہ نے اپنے ذمے لیا اور جو کام اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمے لگا دیا فرمایا خزانہ میرا ہے لٹانا آپؐ نے ہے۔ اس میں تو ہم مشورے دیتے ہیں۔ اسے اتنا دے دے' اسے اتنا دے دے۔ مجھے اتنا دے دے۔ جو کام ہمارا تھا وہ ہم بھول گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک چھوٹا سا ارشاد اور حیران ہوں گے آپ۔ پوری سیرت طیبہ میں کوئی لمبی تقریر نہیں ملتی۔ یہ ہم ہی ہیں جو لمبی لمبی تقریریں کرتے ہیں اور ان کا حاصل کچھ نہیں ہوتا۔ سیرت طیبہ میں چھوٹے چھوٹے خوبصورت جملے ملتے ہیں۔ ہر جملے پہ مسلمانوں کا دل دھڑکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہہ دیا بلغوا عنی میری طرف سے آگے پہنچاؤ۔ دوسروں تک پہنچاؤ۔ وَلَوْ كَانَ اٰيَةً ایک جملہ ہو میرا اسے آگے اور آگے اور آگے۔ جہاں تک تم جاؤ۔ کوئی تمہیں جانے نہ جانے۔ کوئی تمہیں پہچانے نہ پہچانے۔ کوئی تمہارا واقف ہو نہ ہو۔ تمہیں ملازمت ملے نہ ملے۔ کاروبار چلے نہ چلے۔ کھانا ملے یا نہ

ملے۔ رات رہنے کی جگہ ہو یا نہ ہو۔ جہاں جاؤ میری وہ بات پہنچاؤ۔ ایک جملہ تو تمہارے پاس ہو۔ اور پہنچانے والوں نے روئے زمین پر پہنچا کر دم لیا۔ آج بات جب ہمارے حصے میں آئی ہم دنیا جہان کی باتیں کرتے ہیں۔ ہم میں سے کتنے ہیں جو جہاں جائیں وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی بات پہنچاتے ہیں؟ ہم کیوں نہیں پہنچاتے؟

میرا ذاتی تجزیہ غلط بھی ہو سکتا ہوں۔ لیکن میرا اندازہ یہ ہے کہ ہم نے ارشادات عالیہ کو اپنانا چھوڑ دیا۔ جب خود نہیں اپناتے تو دوسرے کے ساتھ بات کرنے کی جرات ہی نہیں کر پاتے۔ سود کھانے والا کس کو جا کر کہے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود کھانے سے منع کیا ہے۔ جھوٹی گواہیاں دینے والا کس سے جا کر کہے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ بولنے سے منع کیا ہے۔ باطل کے قانون پہ عمل کر کے زندگی گزارنے والا کس سے جا کر کہے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امور سلطنت کا اور قوانین اسلام کا سلیقہ سکھایا ہے۔ ارے ہم نے تو خود کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کرنے کے قابل بھی نہ چھوڑا یہ میں اس لئے نہیں کہہ رہا کہ مجھے کسی سے شکوہ ہے۔ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہم کس سمت جا رہے ہیں۔ اور کیوں ہم واپس نہیں آتے اور کب واپس آئیں گے؟

لوگو! ہمارے پاس نقطہ اتحاد' کوئی علامہ نہیں' کوئی مولوی نہیں' کوئی مسلک نہیں' ہمارے پاس نقطہ اتحاد ہے محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے تو رب العلمین کو بھی جانا تو محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جانا۔ ورنہ مخلوق کو اللہ کا بھی پتہ نہیں تھا۔ آج اس مرکز عالی سے بچھڑ کر' ان کے قدموں سے جدا ہو کر' ان کے دست کرم سے اپنا دامن ہٹا کر اور ان کے دامان رحمت سے اپنا ہاتھ ہٹا کر نتائج ہم دیکھ رہے ہیں' بھگت رہے ہیں۔ مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے کہ آپ آج تک کہتے آ رہے ہیں بابائے قوم' بابائے ملت' مادر ملت۔ آپ آج کے وزیراعظم کو کیوں پدر ملت نہیں کہتے؟ کہو نا بابائے ملت' کبھی کسی کے امپورٹڈ باپ بھی ہوئے ہیں؟ پہلے وزیراعظموں کو' پہلے گورنر جرنلوں کو' پہلے پاکستانی لیڈروں کو تو بابائے قوم کہتے ہو۔ اب کا وزیراعظم بھی تو پدر ملت ہوا۔ امپورٹڈ ہی سہی یعنی غیرت اسلامی کا جنازہ ہی نکل گیا۔ اب تو اسلام کا نام لیتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ اللہ کی قسم اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام کہتے حیا آتی ہے۔ شرم آتی ہے۔ بڑے کٹھن وقت آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دین کی بقا کے لئے' اجرا اور اس کے دنیا میں پھیلانے کے لئے اپنا خون دیا' دندان مبارک شہید کرائے' حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے چچاؤں کے مثلے بنا دیئے' جسم کے ٹکڑے کروا دیئے۔ اور ٹکڑے سمیٹ سمیٹ کر اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر میں اتار دیئے۔ قربانیاں دینے سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریغ نہیں کیا۔

اہل مکہ ایک وفد لے آئے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑا پائے کا وفد تھا۔ وہ کہنے لگے ہم آخری بات کرنے آئے ہیں۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہم آپؐ کی بات نہیں روک سکتے۔ ہم اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ ہم آپؐ کا مذہب نہیں چھڑا سکتے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک سمجھوتہ چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کی تبلیغ تو کریں ہمارے بتوں کی تردید کرنا چھوڑ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی شہر میں رہیں۔ ہم بھی یہیں رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں نہیں کرتا میں تو اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ میں وہ کہتا ہوں جو کہنے کا رب العلمین حکم دیتا ہے۔ اور اس پر میں سمجھوتے نہیں کر سکتا جو اللہ کا ارشاد ہے۔ وہ پہنچانا میرا فرض منصبی ہے۔ جب میرا رب کہے گا یہ باطل ہے۔ میں ہزار بار کہوں گا یہ باطل ہے۔ آپ نہیں سمجھ سکتے اس ماحول کو جو مکے میں تھا اور

وہاں بیٹھ کر یہ کہنا۔
تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ ۝ ان لوگوں سے پوچھو جن کے سینے میں تاریخ موجود ہے کہ مکے کا ماحول کیسا تھا۔ مشرکین مکہ کا ہولڈ کتنا تھا۔ اور مکے کا انصاف کیسا جسے چاہتے اس کی گردن اڑا دیتے تھے۔ جسے چاہتے اس کا پانی بند کر دیتے۔ جسے چاہتے اس کا گھر لوٹ لیتے۔ جسے چاہتے شہر بدر کر دیتے۔ اور روسا مکہ کا چوٹی کا رئیس ہو اور بیت اللہ کے سامنے بیٹھ کر اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دے تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ ۝ مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُ مَالُہٗ وَ مَا کَسَبَ ۝ سَیَصۡلٰی نَارًا ذَاتَ لَہَبٍ ۝ وَّ امۡرَاَتُہٗ ؕ حَمَّالَۃَ الۡحَطَبِ ۝ فِیۡ جِیۡدِہَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ۝ اگر پنجابی میں ترجمہ کریں قرآن کریم کا تو تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ کا ترجمہ یہ ہوگا۔ گھ نہ رہے ابی لھب کا بھاری پھر جائے ابی لھب کی اور یہ کہنا وہاں بیٹھ کر محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام تھا۔ اور گلی گلی اور نمازوں میں پڑھنا ان خادموں کا کام تھا جن کی جان، مال، گھر اولاد ہر چیز نچھاور ہو گئی۔ محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر اور جو فخر کرتے تھے۔

بدر کی تیاری ہو رہی تھی نو عمر بچے شامل ہونے کو دوڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نامور لڑکوں کو واپس کر دیا لیکن ایک صحابی نے ایک بچے کی سفارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ عمر میں تو تھوڑا کم ہے لیکن قد کاٹھ کا بھی بڑا ہے اور فن حرب اس نے پورا سیکھ رکھا ہے۔ اسے اجازت بخشی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی۔ ایک دوسرا لڑکا بھاگتا ہوا آیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا یہ ساتھی ہے اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت دے رہے ہیں۔ میں محروم رہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تو فن حرب کا ماہر ہے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس سے تکڑا ہوں۔ میرے ساتھ کشتی کرا کر دیکھ لیں۔ میں اسے گرا سکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکراہٹ فرمائی۔ بات پسند آئی فرمایا تمہارا مقابلہ دیکھتے ہیں۔ حکم دیا کشتی کرو۔ اس نے اس کے کان میں کہا۔ خدا کے لئے گر جاؤ۔ کشتی تو نہیں ہے جانے کا بہانہ ہے۔ ہے کوئی ایسا بچہ آج آپ کے گھر میں۔ قوم کے دامن میں ہے کوئی ایسا سپوت۔ یہ وہ دو بچے تھے جنہوں نے میدان بدر میں پوچھا ایک صحابی سے چچا! ابو جہل کون ہے ان مکے والوں میں۔ انصار کے بچے تھے۔ مدینہ میں پلے بڑھے تھے۔ چھوٹے چھوٹے نو عمر بچے تھے۔ ابو جہل کون ہے؟ اس نے پوچھا بیٹا تم کیوں پوچھتے ہو؟ سنا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرتا ہے۔ اور گستاخیاں بکتا ہے۔ انہوں نے کہا سارے مشرک ہیں سارے کافر ہیں سب سے جہاد ہو رہا ہے۔ کافر تو سارے ہیں وہ گستاخ بھی ہے۔ تم کیا کرو گے؟ چچا مقابلہ کریں گے۔ انجام اس کے ہاتھ میں اور چشم فلک نے دیکھا کہ ابو جہل جیسے ظالم و جابر کو ان دو لڑکوں نے گھوڑے سے گرا کر کاٹ کر رکھ دیا۔ ارے ان میں طاقت نہیں تھی۔ طاقت اس جنون میں تھی جو انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے تھا۔ آج ہم میں وہ جنون نہ رہا۔ سجدے بے ذوق ہو گئے۔ نمازیں بے کیف ہو گئیں۔ عبادات چھوٹ گئیں۔ اللہ کی اطاعت چھوٹ گئی۔ زندگی کی روش کافرانہ ہو گئی۔ خیالات باغیانہ ہو گئے۔ آج مسلمان تحقیق کرتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ کمال تھا' یہ نہیں تھا۔ کیا یہ ایسا ہوتا ہے یا نہیں۔ اور اللہ نے انبیاء علیہم السلام سے بات کرنے کا سلیقہ خود اپنی ذات کے لئے یہ اختیار فرمایا۔
تِلۡکَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَہُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ یہ رسولوں کی جماعت ہے۔ میں نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ یہ نہیں فرمایا کہ بعض کا رتبہ بعض سے کم ہے۔ مفہوم ایک ہی ہے کہ بعض اپنے درجے میں دوسروں سے بڑھے ہوئے ہیں لیکن کم ہونے کا لفظ رب العلمین نے ارشاد نہیں فرمایا۔

آج کا مسلمان کرتا ہے۔ میں اکثر یاد کیا کرتا تھا۔ شہیدی کوئی معرف شاعر تھا۔ اور اس نے ایک عجیب شعر کہا یہ بھی اسی کا شعر ہے۔

خدا منہ چوم لیتا ہے شہیدی کس محبت سے
زبان پہ میری جس دم نام آتا ہے محمدؐ کا

یہ اسی غزل کا آخری شعر ہے۔ اس نے عجیب تصور دیا۔ ہونٹ دو دفعہ جڑتے کھلتے ہیں نا اس نے کہا قدرت بوسے لیتا ہے اس نام کے۔

- خدا منہ چوم لیتا ہے شہیدی کس محبت سے / زبان پہ میری جس دم نام آتا ہے محمدؐ کا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کا ایک شعر ہے۔

تمنا ہے درختوں پر تیرے روضے کے جا بیٹھیں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

اور بڑی عجیب بات کہ اللہ شہیدی کو حج پر لے گیا۔ حج سے فارغ ہوا تو مدینہ منورہ حاضری کے لئے گیا اور عین باب النبی علیہ السلام کے سامنے سلام پڑھتے ہوئے گر کر جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔

تو مجھے اللہ کا احسان ہے حاضری نصیب ہوتی رہتی ہے۔ میں جب بھی جاتا ہوں تو مجھے وہ شہیدی ضرور یاد آتا ہے۔ اس بارگاہ پہ گرنا تڑپنا مرنا حسرت بھی پیدا ہوتی ہے دل میں۔ کیا خوش نصیب آدمی تھا۔ گرا ہو گا، تڑپا ہو گا، جان قبض ہوئی ہو گی۔ کسی نے میت اٹھائی ہو گی۔ اور یہ سارا مرحلہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا ہو گا کیا خوب۔

میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھا۔ فجر کی نماز ہو رہی تھی۔ روضہ اطہر کے سامنے صفہ کے ساتھ میں کھڑا ہوا تھا۔ امام صاحب نے جیسے سلام پھیرا فارغ ہوئے تو ایک بندہ گرا، تڑپا اور مر گیا۔ میرے سامنے کی ایک اگلی صف میں تھا۔ بڑا جسیم آدمی تھا بھلا اچھا تگڑا موٹا گورا سفید غالباً" شکل سے مصری لگتا تھا۔ لیکن اس کا حلیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نہیں تھا۔ مجھے یہ حسرت ہوئی۔ میں نے کہا شہیدی نہ سہی ایک مسلمان تو تڑپتا دیکھا فوراً" ہجوم ہو گیا۔ سیکورٹی پولیس والے آ گئے۔ انہوں نے گھیرا ڈال لیا۔ میں نے سوچا دیکھنا تو ضرور ہے، خواہ یہ مجھے پکڑ کے بھی لے جائیں لیکن اس بندے کو دیکھوں گا۔ جب میں نے دیکھا تو میرے جسم سے پسینے چھوٹ گئے اس کی ٹانگیں شمال کی طرف تھیں اور منہ سیاہ ہو چکا تھا۔ اور روضہ اطہر سے پھر کر دوسری طرف ہو گیا تھا۔ نرا گرنا اور تڑپنا کام نہ آیا دل میں وہ جذبہ بھی ہونا چاہئے۔ تب مجھے سمجھ آئی کہ نرا گرنا مرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہاں بے شمار لوگ مرتے ہیں۔ بے شمار لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ بات اس نسبت کی ہے، بات اس رشتے کی ہے۔ بات اس درد دل کی ہے جو شہیدی کے دل میں موجود تھا۔ بات اس درد کی ہے جو مومن کے دل میں ہوتا ہے۔

یہ گنبد خضراء تو ہر دل میں بنا ہوا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تو ہر دل میں موجود ہے۔ اگر کسی نے دل ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خارج کر دیا تو پھر وہ اس مسجد میں بھی آ کر جان دے یا سینکڑوں کوس دور مرے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں نے غبار راہ میں وہ واقعہ لکھ بھی دیا ہے۔ مجھے اس واقعہ نے اتنا خوف زدہ کیا کہ میں اپنی یاد کو ابھی تک ہمیشہ تازہ کرتا رہتا ہوں کہ پتہ نہیں ہماری محبت کا کیا معیار ہے۔ اور پھر قرآن حکیم کی وہ آیہ مبارکہ سامنے آگئی کہ ساری دنیا میں مسلمانوں کا آسرا رہا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ میدان حشر ہو گا لوگ اٹھیں گے قبروں سے۔ اور کلمہ گو بھاگیں گے جہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کی طرف تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمائیں گے۔ بار الٰہا کچھ لوگوں کے لئے اس بارگاہ رحمت سے رحمت العالمین سے ارشاد ہو گا۔ بار الٰہا ان لوگوں کو واپس لوٹا دے۔ میرے قریب مت آنے دے کیوں؟

رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا میں

نے دندان مبارک شہید کرا کے خون دے کر اپنے عزیز و اقارب اپنے خدام اپنے صحابہ ذبح کرا کے قرآن کی تبلیغ کی اور انہوں نے دعویٰ اسلام کے باوجود اپنی زندگیوں سے قرآن خارج کر دیا۔ اللہ نے اس بات کی خبر دی ہے۔ جو قیامت کو ہو گی۔ ہمیں آج بتائی کتنا کریم ہے۔ آج بتا رہا ہے۔ کہ اگر وہاں حاضری کا ارادہ ہے تو قرآن کو اپنا لو' دین کو اپنا لو۔ مسلمان کا جینا مسلمان کا مرنا' مسلمان کی تجارت' مسلمان کی دوستی' مسلمان کی دشمنی' مسلمان کی سیاست' مسلمان کی حکومت اور مسلمان کی عدالت ایک ہی دروازے کی محتاج ہے۔ اور وہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ دروازہ ہے جس نے صحرا نشینوں کو روئے زمین کا شہنشاہ بنا دیا مگر ان کے قلوب ---- کبھی ان کے دلوں میں اللہ کا نور برستا تھا۔

آج ہم نے اپنا دعویٰ تو قائم رکھا اور یہ بھی اللہ کا احسان ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ دعویٰ بھی معمولی بات ہے۔ یہ بھی اس کا بڑا کرم ہے۔ ڈر اس بات کا ہے کہ کہیں ہم سے چھینتے چھینتے یہ دعویٰ بھی نہ چھن جائے۔ مسلمان پر کافر غالب نہیں آ سکتا۔ یہ ناممکن غلبہ مسلمان کے لئے طے ہو چکا اللہ نے فیصلہ کر دیا۔ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ تم ہمیشہ غالب رہو گے۔ شرط یہ ہے کہ تم اپنا وہ عہد غلامی ہی نبھاؤ۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ ارے مجھے آپ یہ بتایئے کہ ہم بھاگتے دوڑتے پانچ نمازیں تو پڑھ لیں۔ لیکن جب بیع و شراء کے لئے جائیں تو وہاں انداز غیروں کے' مرنا جینا ہو تو انداز غیروں کے' سیاست ہو تو انداز غیروں کے' حکومت و سلطنت ہو تو انداز غیروں کے ہوں۔ ایسے جنازے کی نماز پہ وہ خشوع و خضوع آئے گا؟ جو اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقاضا ہے۔ اطاعت فرائض میں اطاعت فرض ہے۔ سنت میں اطاعت سنت ہے۔ کچھ ایسی سنت ہیں جو امور عادیہ ہیں اور جن میں اطاعت ضروری نہیں۔ وہ عادات سے تعلق رکھتی ہیں۔ اگر کوئی اپنا لے تو نور علی نور لیکن اس سے چھوٹ جائے تو جرم نہیں اور ان میں چھوٹی چھوٹی باتیں آ جاتی ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتحین عالم کی فہرست میں اکیلا نام ہے۔ فاروق عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا میں نے فاتحین عالم کی فہرست پڑھی۔ انسائیکلو پیڈیا میں۔ تو جتنے نام ہیں ان میں جو سب سے اوپر ہے اس نے سات لاکھ مربع میل علاقہ فتح کیا۔ اپنے عہد اقتدار میں بہت دور دور تک اکیلا عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھبیس لاکھ مربع میل علاقہ فتح کیا دس سالہ حکومت میں۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھے تھے۔ نیا کرتا بن کر آیا۔ آپ نے پہنا۔ بیٹا لایا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؓ نے اس طرح بازو جب پہنے تو یہاں تک آ گئے۔ فرمایا عبداللہ چھری لے آؤ۔ وہ چھری لے آئے۔ آپؓ نے بازو پیچھے کر کے کہا۔ عبداللہ یہاں سے پکڑو۔ انہوں نے پکڑا۔ آپؓ نے یہاں سے کاٹ دیا۔ کہنے لگے ابو یہ تو قینچی سے کاٹا جاتا' صحیح کٹتا۔ آپؓ نے چھری منگوائی میں نے کہا پتہ نہیں کیا کرتے ہیں۔ فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرتے کا بازو لمبا تھا۔ وہاں قینچی نہیں تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھری سے کاٹا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری عمر میں ظاہری بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ لیکن دل اتنا روشن تھا۔ اونٹ پر بیٹھے حج کے لئے جا رہے تھے۔ اثنائے راہ میں ایک جگہ جھک کر پالان سے لگ گئے۔ ساتھی نے عرض کی حضرت کیا ہوا۔ اس نے سمجھا کہ شاید چکر آ گیا ہے۔ پیٹ میں درد ہوا کیا ہوا۔ فرمایا کچھ نہیں میں ٹھیک ہوں۔ آپؓ جھکے کیوں ہیں۔ ارے یہاں ایک درخت تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری گزری تھی۔ تو شاخوں سے بچنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جھک کر گزرے تھے۔ اس نے کہا آپؓ کی تو بینائی نہیں ہے اور وہ

درخت یہاں سے اکھڑے مدت ہو گئی ہے۔ یہاں درخت بھی نہیں ہے۔ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نقش قدم کو دیکھنے کے لئے ظاہری آنکھوں کی ضرورت نہیں ہے۔ درخت ہے یا نہیں۔ آنکھ دیکھتی ہے یا نہیں۔ میرے دل کو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایک ایک ادا ازبر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہاں سے جھک کر گزرے تھے میں سیدھا بیٹھ کر کیسے گزروں۔

یہ حال تھا جنھوں نے غلامی کا حق ادا کیا۔ روئے زمین کی سلطنتیں اللہ نے ان کے قدموں میں گرا دیں۔ ہم وہاں سے اپنا رخ پھیر کر اپنی امیدیں غیروں کے دروازے پر لے گئے۔ اس کا نتیجہ جو اغیار سے ملنا چاہئے تھا ہمیں مل رہا ہے۔ ہم قتل ہو رہے ہیں۔ ہم سے نفرت کی جا رہی ہے۔ ہم پر ظلم کیا جا رہا ہے۔ ہم کو لوٹا جا رہا ہے۔ صرف امریکی قرضوں کو دوگنا کرنے کے لئے ہمارے روپے کی قیمت کم کر دی گئی ہے۔ ورنہ آج عالمی منڈی میں اور آج ادھ گرد کے حالات میں روپے کی قیمت کم کرنے کا کوئی جواز نہیں اگر DEVALUATION کرنی تھی تو جب ہندوستان نے کی' ساتھ کی ریاستوں کی ہم بھی کر لیتے۔ انہوں نے پہلے کی۔ ایک سال جتنے باہر کے گاہک تھے۔ انہوں نے لے لئے۔ وہاں چیزیں سستی ہو گئیں۔ ہم جب گاہک کھو چکے' امریکی قرضے کو دوگنا کرنے کے لئے ہم نے DEVALUATION کر دی۔

آپ کو شاید اس بات کا احساس نہیں۔ پورے ملک میں یہ لاکھوں آدمیوں کے تبادلے کیوں ہوئے۔ الیکشن کے لئے نہیں امریکی غلاموں کو KEY POST پر لانے کے لئے۔ امریکی مفادات کا تحفظ کرنے والے افسروں کو اوپر بٹھانے کے لئے پورے ملک میں تبادلے کئے گئے۔ آپ خود اس کا جب سروے کر کے دیکھیں گے۔ آپ کو یہ سب سامنے نظر آ جائے گا۔ ہمارے گزشتہ وزیراعظم معین قریشی صاحب امریکہ میں ایک تنظیم ہے جو پوری روئے زمین پر امریکی مفادات کا تحفظ کرتی ہے خیر سے اس کے چیئر میں بھی ہیں۔ یہاں سے آپ کو ربوہ والوں نے پالا پوسا' پڑھایا اور بڑا کر کے اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ بھیجا اور ایم ایم احمد کو سعودی عرب والے عالمی بنک میں نہیں آنے دیتے تھے۔ کیونکہ زیادہ سرمایہ ان کا تھا۔ اس نے اپنے بدلے معین قریشی کو عالمی بنک میں آگے کیا۔ کوئی ان سے پوچھو جو پھر ووٹ لینے آئے ہیں انہوں نے اس کے یہ کوائف پڑھ کے دستخط کئے تھے یا نہیں پڑھا تھا۔

ارے دین کا ایک مسئلہ بتانے کے لئے لوگوں کو جمع کرنا ممکن نہیں۔ تم نے سارا کفر اوپر بٹھانے کے لئے چند لمحے بھی تاخیر نہیں کی۔ یہ تو ہمارے حکمرانوں کا حال ہے جو اتنا دیانت دار ہو گیا۔ پرسوں اخبار میں پڑھ رہا تھا کہ حکومت نے حکم دیا ہے کہ نا دہندگان کے ٹیلی فون کاٹ دیئے جائیں تو چوہدری شجاعت حسین وزیر داخلہ کا کٹ گیا۔ حامد ناصر چٹھہ' جونیجو لیگ کے سربراہ کا کٹ گیا۔ پچیس پچیس سرکاری ٹیلی فون سرکاری خرچے پہ استعمال کرنے والوں کے پاس جو ہیں ان کا بل بھی نہیں دیتے۔ ملک کے وزیر داخلہ ہیں۔ انصاف ہو رہا ہے۔ اور عدل ہو رہا ہے۔ اور دیانت ہو رہی ہے۔ لیکن یہ گدھا کون ہے جس نے ان کو اٹھا رکھا ہے۔ جو دولتی بھی نہیں جھاڑتا' گھوڑے کو غذا نہ دیں وہ سواری نہیں اٹھاتا۔ بیل کو چارا نہ ملے تو ہل میں نہیں جوتا جاتا' گدھے پر سارا دن اینٹیں ڈھو کر بھٹے کا مزدور چھوڑ دیتا ہے۔ وہ کوڑے کرکٹ سے جا کر پیٹ بھر لیتا ہے۔ یہاں کوئی گدھے ہیں جو ان کو اٹھا کر پھر رہے ہیں۔ جنہیں کھانے کو نہیں دیتے۔ انصاف نہیں دیتے۔ پانی نہیں دیتے۔ جو کوڑے کرکٹ سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ وہ میں ہوں' وہ آپ ہیں۔ مجھے بڑا افسوس ہے۔ لوگ فضائل سننے آتے ہیں۔ میں تلخیاں کھول بیٹھا۔ لیکن یہ تلخیاں میں اس بارگاہ میں نہ کہوں تو کہاں لے کر جاؤں۔ کوئی اور دروازہ دکھا دیجئے نا۔ کوئی اور بارگاہ دکھا دیجئے۔ جہاں یہ مقدمہ پیش کیا جائے۔

ابو الحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ ایک غیر معروف آدمی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "میں حج پر تھا۔ مجھے خیال آیا" اس وقت تو لوگ پیدل جاتے تھے اور اونٹوں گھوڑوں پہ اور کوئی وقت خالی بھی مل جاتا تھا۔ آج کل تو سارا سال حج کا سماں رہتا ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ جب کوئی بھی نہ ہو تو اکیلے وقت میں جا کر طواف کروں میں گیا کوئی نہیں تھا لیکن ایک مظلوم سا آدمی دیوانہ سا آدمی لبیک اللھم لبیک پورے حرم میں ایک بندہ تھا۔ فرماتے ہیں میں دیکھنے لگا۔ اچانک بجلی کی طرح کڑک کی آواز آئی۔ گرج دار آواز آئی کہ نکل جاؤ میرے گھر سے۔ دفع ہو جاؤ۔ فرماتے ہیں میں لرز گیا میں نے سوچا سمجھا دیکھا مجھے سمجھ آئی کہ اس بندے کو مخاطب کیا جا رہا لیکن وہ پھر اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ یا الٰہی میں حاضر ہوں تیری بارگاہ میں۔ میں آیا ہوں ادھر سے پھر جھڑک کی آواز آئی۔ فرماتے ہیں میرے پاس سے گزرنے لگا تو میں نے پکڑ لیا۔ رک جاؤ۔ کیا ساری دنیا کو غرق کرنے کا ارادہ ہے۔ کیا تمہیں یہ آواز سنائی نہیں دے رہی، وہ کہنے لگا۔ "ابو الحسن تو جس سے متعلق نہیں ہے تو سن رہا ہے۔ تو جسے وہ سنوانا چاہتا ہے وہ نہیں سن رہا؟ جسے مخاطب کر رہا ہے وہ نہیں سن رہا؟" تو فرماتے ہیں۔ "میں نے کہا تو پھر نکل کیوں نہیں جاتا کیا چاہتا ہے کہ عذاب نازل ہو جائے۔" تو کہنے لگا۔ "اگر عذاب ہی نازل کر دے تو یہ اس کی مرضی لیکن کوئی دوسرا دروازہ بتا دے میں کہاں جاؤں تو ہی بتا دے کوئی اور دروازہ ہے؟ تو میں چھوڑ کے چلا جاتا ہوں۔ بخش دے اس کی مرضی تباہ کر دے اس کی مرضی۔ دروازہ یہی ہے میں یہاں سے کہیں نہیں جا سکتا۔"

لوگو! یہ سارا حال دل کہاں لے کے جائیں اگر بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیان نہ کریں۔ اگر ہم آپؐ کا دن مناتے ہیں۔ تو ہم اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں پیش کر کے تو دیکھیں۔ یار کبھی یہ وعدہ بھی تو کرو دل سے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج سے ہم نہیں ہیں تو ہے ہماری رائے نہیں ہو گی تیرا حکم ہو گا۔ ہمارے مشورے نہیں ہوں گے تیرے ارشاد ہوں گے۔ ہماری شکل نہیں ہو گی تیری ہو گی ہمارا لباس تیرا ہو گا ہمارا سرمایہ تیرا ہو گا۔ ہمارے بچے تیرے خادم ہوں گے۔ ہماری جان مال، اولاد، تیرے در پہ فدا ہوں گے۔ دیکھو اللہ کی حفاظت تجھے کیسے نصیب ہوتی ہے۔ کتنی جراتیں دیتا ہے کتنی عزتیں دیتا ہے۔ کتنی عظمتیں دیتا ہے۔ حکومت و سلطنت بھی دے گا اور خوش نصیبوں کو نور شہادت سے بھی مزین کرے گا۔ لیکن گندے خون، اپنے دروازے پہ نہیں گرنے دیتا۔ اغیار کے پس خوردہ پہ پلی ہوئی قوم کو اللہ کہاں سے قبول فرمائے گا۔ ایڈ ایڈ ایڈ کرتے ہوئے عمر گزر گئی۔ ارے کافر کا پس خوردہ وصول کر کے مسلمان کہا جاتا ہے۔ پس خوردہ کھائے کافر کا یہ خود کو تمہارا کہتے ہیں۔

میرے بھائی! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو روئے زمین پر پہنچانا ہماری ذمہ داری اور آقا کا حکم ہے پہنچانے کے لئے ہمیں اپنانا ہو گا۔ اپنے دل سے عہد کرو، میرے لئے نہیں جو میں کہتا ہوں، مت مانو جو اللہ کا قرآن کہتا ہے۔ وہ مانو جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کہتی ہے خود پڑھو۔ خود سمجھو۔ اور وہ مانو۔ اپنی وفا مجھے ثابت نہ کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پہ ثابت کر دو۔ وہ آپ کو اپنا ہی نہیں لیں گے ہم خطا کرتے ہیں وہ دعا کرتے ہیں۔ یہ جو تسلسل جاری ہے نا یہ تھوڑی سی جو ٹوٹی پھوٹی نمازیں ہیں یہ تھوڑی سی جو چہرے پر رونق ہے یہ ہمارا کمال نہیں ہے۔ ہم خطا کرتے ہیں وہ دعا کرتے ہیں۔ اب بھی اس دعا کا اثر ہے کہ ہم مسلمان کہلوا تو رہے ہیں لیکن میرے بھائی گزشتہ نصف صدی کا تجزیہ کر لو جب سے ملک بنا ہے تب سے آج تک ہر لمحے ہر دن ہر گھڑی ہم دور ہوتے جا رہے ہیں۔ خدا کے لئے واپس آ جاؤ۔ کسی ایک مرکز پر کسی ایک در کی غلامی

کسی ایک آقا کی غلامی کا عہد کر لو۔ علوم جدیدہ پڑھو۔ دولت کے ڈھیر کماؤ۔ خوبصورت لباس پہنو۔ اچھے گھر بناؤ۔ لیکن اس قانون کے دائرہ کے اندر جو محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا نہ اسلام نے' نہ نبی علیہ السلام نے زندگی کی سہولتوں سے منع فرمایا۔ بلکہ فرمایا دنیا کی نعمتیں تو اصل حق ہی مومن کا ہے۔ کافر تو اس کے طفیل کھاتا ہے۔ ساری نعمتیں استعمال کرو۔ حلال طریقے سے کما کر جائز حدود کے اندر رہ کر آپ اپنی ذات سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا وعدہ وفا کر کے دکھا دو۔ کائنات آج بھی آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دی جائے گی۔ دنیا کی حکمرانی کا حق صرف اللہ کو ہے۔ اللہ کے دین کو ہے۔ اسلام کو ہے اس میں اگر خرابی ہے تو ہماری بزدلی' ہماری بے وفائی اور ہماری کم ظرفی کی وجہ سے۔

میں آپ سے اجازت چاہوں گا اور معذرت بھی' میری باتوں میں تلخی ہے لیکن اللہ گواہ ہے میں کسی بھائی کی دل آزاری نہیں چاہتا۔ مجھے کسی وزیراعظم' کسی سیاست دان اور کسی ووٹ دینے والے سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں چند حقیقتیں جن کو ملفوف کیا جاتا ہے۔ جن کو خوبصورت الفاظ میں چھپا کر عوام کو دھوکا دیا جاتا ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے سامنے حقیقتیں واضح ہوں۔ فیصلہ ان کا ہے توفیق اللہ نے دینی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(اعوان ٹاؤن۔ لاہور)

ضرورت ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ڈاکٹر

☆ ☆ ☆

دارالعرفان منارہ (ضلع چکوال) میں ایک کوالیفائیڈ کل وقتی ڈاکٹر (مرد) کی ضرورت ہے۔ تنخواہ و دیگر مراعات حسب ذیل ہونگی۔

الف۔ پے سکیل گریڈ 17

ب۔ اضافی الاؤنس ایک ہزار روپیہ ماہوار

ج۔ فری ٹرانسپورٹ

د۔ فری فیملی رہائش

ذ۔ پرائیویٹ پریکٹس کی اجازت ہے

درخواست بمعہ اسناد (فوٹو کاپی) سرپرست اعلیٰ صقارہ اکیڈمی دارالعرفان منارہ' ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال 31 جنوری تک ارسال کریں۔

سلسلہ کے ساتھیوں سے گزارش ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ مشتہر کریں۔

جان ایک مملکت

محمد اکرم اعوان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

محمد کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

بزرگان محترم عزیزان گرامی السلام علیکم و رحمتہ اللہ
میں نے خلاف معمول کسی آیہ کریمہ سے شروع کرنے کی بجائے اپنے سٹیج سیکرٹری صاحب کے ارشاد فرمائے ہوئے ایک شعر ہی سے بات کی ابتدا کر دی۔ شاید اس لئے کہ یہ شعر ہمارے مرض کی نشان دہی کر رہا ہے۔

لوگو! اسلام نے بڑی خوبصورت راہ متعین فرمائی ہے اور اسلام بنیادی طور پر محبتوں کا مذہب ہے۔ دنیا میں اس وقت پوری کائنات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے لے کر جب تک معمورہ عالم آباد رہے گا تب تک کی ساری محبتیں صرف اسلام کے پاس ہیں۔ ایسا عجیب مذہب ہے کہ اس نے انسانوں کے درمیان لڑائی بند کر دی۔ واحد آئیڈیالوجی روئے زمین پر ہے واحد نظریہ ہے روئے زمین پر انسانی برادری میں واحد نظریہ ہے جس نے کہا کہ آئندہ انسانوں میں لڑائی نہیں ہو گی اسلام نے لڑائی ختم کر دی اس کی جگہ فلسفہ جہاد دیا لڑائی میں اور جہاد میں بڑا فاصلہ ہے۔ لڑائی ہوتی ہے۔

TO CRUSH THE ENEMY دشمن کو تباہ کرنے کے لئے اس کے سارے معاشی وسائل تباہ کرنے کے لئے اس کے سارے جوانوں کو قتل کرنے کے لئے اس کے گھر لوٹنے کے لئے اس کی آبادیاں جلانے کے لئے اس کے وسائل و ذرائع برباد کرنے کے لئے اور اس طرح کچل دیا جائے دشمن کو کہ پھر وہ سر نہ اٹھا سکے۔ اس غرض سے لڑائی کی جاتی ہے۔ اسلام نے منع کر دیا۔ اسلام نے جہاد کا فلسفہ دیا۔ جہاد ہے TO STOP THE EVIL کسی بندے سے دشمنی نہیں ہے۔ برائی کے خلاف صف بستہ ہو جانے کا نام جہاد ہے۔ برائی کو مٹانے کا حکم دے دیا اور فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ تم بہترین قوم ہو دنیا کی مثالی قوم وہ ہے جو میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کی ہے کیوں اخرجت للناس۔ ساری کائنات اپنے لئے جیتی ہے۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام دوسروں کے لئے جیتے ہیں۔ دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے اپنے وسائل صرف کر دیتے ہیں۔ دوسروں کو آرام اور ہدایت پہنچانے کے لئے اپنے علوم صرف کرتے ہیں حتیٰ کہ دوسروں کو آسائشیں دینے کے لئے اپنی جان ہار دیتے ہیں۔ کتنے

عجیب لوگ تھے۔

رستم کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چٹھی لکھی تھی اور اس نے بڑی عجیب بات کہی تھی فرمایا تم غلطی پر ہو۔ تم لڑو گے تو خون خرابا ہو گا۔ ہمارے مطالبات بڑے سیدھے ہیں۔ اللہ کو مان لو اور اس کی حاکمیت تسلیم کر لو۔ اپنا ملک اپنی سلطنت' اپنی دولت اپنے پاس رکھو۔ اس کی حکومت اس کے حکم کے مطابق اس کے بندوں کے ساتھ سلوک کرو۔ ہم اور تم برابر ہیں۔ ایمان قبول کر لو۔ ایمان قبول نہیں کرو گے تو مسلمان امیر ہے کائنات کا' ہر مظلوم کی داد رسی ہمارا فرض ہے۔ اور ہر ظالم کا ہاتھ روکنے کا ہمیں حکم ملا ہے۔ پھر تم جزیہ دو گے۔ اسلامی حکومت کے ماتحت رہو گے۔ اور ہم تمہیں ظلم نہیں کرنے دیں گے بات کرتے ہوئے مزا آتا ہے نا۔ اگر یہ بھی نہیں تو فرمایا فیصلہ تو تلوار پر ہو گا۔ میرے ساتھ وہ سپاہی ہیں جو موت کو اس سے زیادہ تلاش کرتے ہیں جتنے تیرے سپاہی شراب کو تلاش کرتے ہیں تیری فارس کی سپاہ جس محبت سے شراب کو تلاش کرتی ہے۔ میرے ساتھ وہ خادمان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو موت کو اس سے زیادہ محبت سے تلاش کرتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن نے انہیں خبر دی ہے کہ برائی کو مٹانے اور دین کو نافذ کرنے' اچھائی کو پھیلانے' اللہ کی حاکمیت قائم کرنے میں جو جان جاتی ہے وہ بندہ مرتا نہیں بلکہ حیات دوام پاتا ہے۔ وہ موت کو شکست دے جاتا ہے۔ جو بندہ احیائے دین کے لئے دینی ریاست کے تحفظ کے لئے برائی کو مٹانے اور غلامی آقائے نامدار کا حق ادا کرنے کے لئے جان دیتا ہے۔ فرمایا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ایسے لوگوں کو مردہ نہ کہو۔ بَلْ أَحْيَاءٌ وہ زندہ ہیں وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ تمہاری مادی عقل یا تمہارے سائنسی آلات یا میڈیکلی ڈیتھ MEDICALY DEATH اگر تم کہتے ہو ہو گئی تو ہو جانے دو لیکن میڈیکل کا SPACE اتنا وسیع نہیں ہے کہ وہ زندگی اور موت کا فیصلہ کر سکے' زندگی اور موت کا خالق اللہ ہے اور وہی مجاز ہے فیصلہ کرنے کا زندہ کون ہے اور مردہ کون ہے۔

یہ جس مسجد میں ہمیں جمع ہونے کی سعادت نصیب ہوئی میجر راجہ عزیز بھٹی نشان حیدر کی یادگار کے طور پر بنی۔ تو یہ شہید کیوں ہم انہیں کہتے ہیں۔ اس لئے کہ ایک ریاست وجود میں لائی گئی کہ وہاں اللہ کی حاکمیت ہو گی۔ وہاں سے ظلم مٹایا جائے گا۔ مظلوم کی داد رسی ہو گی اور وہاں بندے پر بندے کا راج نہیں ہو گا بلکہ بندوں پر اللہ کا راج ہو گا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راج ہو گا اور باقی سارے خادم اور خدمت گزار ہوں گے۔ اگر سائبیریا سے افریقہ تک اور چین سے ہسپانیہ تک کے امیر کا دامن مدینہ کی ایک بیوہ سر بازار پکڑ سکتی ہے تو یہاں بھی کوئی فلیگ کار کسی غریب کی دسترس سے باہر نہیں ہو گی۔ لوگو! اس پر لوگوں نے جانیں دیں۔ آج کوئی سیاست دان کوئی جمہوریت نواز اور کوئی بڑے سے بڑے نعرے لگانے والا میرے اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا اور میں نے بار ہا بڑے بڑے جلسوں میں یہ پوچھا ہے خدا کے لئے مجھے بتاؤ اگر میں غلطی پر ہوں ان لوگوں نے جو لاکھوں ذبح ہو گئے راستے میں آپ کو یاد ہے بزرگو! ہم نے دیکھی کہ پوری ٹرین پہنچی تھی اور اس میں کوئی زندہ بندہ نہیں ہوتا تھا اور یوں کٹے ہوئے ہوتے تھے کہ درندے اس طرح لاشیں نہیں کاٹتے۔ ایک ڈرائیور چھوڑ دیا جاتا تھا کہ جاؤ یہ تحفہ پاکستان لے جاؤ۔ گدھوں نے انسانی گوشت کھانا چھوڑ دیا تھا کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ گدھیں درختوں پر بیٹھی ہوتی تھیں اور مسلمانوں کے مردے گل سڑ رہے ہوتے تھے اور نہیں کھاتی تھیں۔ رج گئی تھیں کھا کھا کر۔ کتوں نے گوشت نوچنا چھوڑ دیا تھا۔ یہ تاریخ ہے ہماری۔ کیا یہ سارے لوگ اس وعدے پر مرے تھے کہ تمہیں جمہوریت دیں گے؟ کیا ان سب سے یہ کہا گیا تھا کہ تمہیں سوشلسٹ نظام دیں گے؟ خدا کے لئے

ان مرنے والوں کو تو یہ کہا گیا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ اللہ کی حاکمیت ہو گی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہو گا۔ اللہ کی مساجد ہوں گی۔ یہ ملک اس کا نام ہی مسجد رکھا گیا۔ پاکستان کا کیا مطلب ہے۔

WHAT DO YOU MEAN BY PAKISTAN

پاک جگہ۔ پاک جگہ تو مسجد ہے۔ تو نام ہی پاکستان رکھا گیا لیکن ہم ہیں کہ اکیس ارب اس ملک کا سالانہ بجٹ ہے۔ اور بیاسی ارب کے سیاست دان نادہندگان ہیں۔ اکیس ارب بجٹ ہے ملک کا سال کا بارہ کروڑ لوگوں کا اور دو سو سات کی اسمبلی کے ممبر بیاسی ارب کے نادہندگان ہیں۔ یہ اسلام ہے؟ یہ لوگ شہید ہوں گے۔ ان کی قبروں پہ چراغ جلیں گے۔ ان کے مزار بنیں گے۔ یار کچھ تو سوچو اور اس کا ذمہ دار کون ہے۔ سیاست دان؟ ہرگز نہیں۔ اس کا ذمہ دار میں ہوں۔ اس کے ذمہ دار آپ ہیں۔ دوسروں کو بلیم کرنا یہ بڑا آسان ہے۔ میں نے میاں نواز شریف سے بھی کہا۔ "خدا کا خوف کرو۔ مجھے کہتے ہو دعا کرو۔ اللہ مجھے پھر حکومت دے دے۔" میں نے کہا۔ "میرے مشورے سے دے تو میں اپنے لئے مانگوں، میں پاگل ہوں، میں تیرے لئے مانگوں، تیرا بھی رب ہے تو خود توبہ کر۔ خدا نے تجھے موقع دیا تو نے کھو دیا۔" میں نے کہا میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ تو توبہ کر لے اللہ تجھے حکومت دے گا۔ یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ اس سے معاملہ صحیح کر۔ کہتا ہے آپ کو یقین دلاتا ہوں میں نے کہا۔ میری کیا حیثیت ہے۔ مجھے کیا خبر کہ زبان پر کیا ہے۔ دل کی بات تو وہ جانتا ہے۔ اس سے معاملہ کر لو۔ تم کر لو کوئی اور کر لے۔ ملک تو اس کا ہے کائنات اس کی ہے۔ وہ قادر ہے وہ زندگی ہمارے سامنے اس طرح رکھتا ہے کہ۔

دیکھ لو میں نے محترم غلام حیدر وائیں کو دیکھا شریف آدمی تھا۔ مجھے اس کے مرنے کا دکھ ہے۔ اس طرح سے ایسے لوگوں کو قتل نہیں ہونا چاہئے۔ معاشرے میں کچھ اقدار ہونی چاہئیں۔ قتل تو لوگ ہوتے ہیں لیکن قتل ہونے کے لئے کچھ لوگ بھی خاص طرح کے ہوتے ہیں۔ مار دو یار۔ میں کسی کا کچھ بگاڑتا تو ہوں۔ ایسے مسکین آدمی کے ساتھ۔ چیف منسٹر اس لاکھ لٹ دور میں رہا اور اپنا گھر نہ بنا سکا۔ اس لاکھ لٹ دور میں پورے صوبے کا چیف منسٹر رہا اور اس گھر میں مر گیا جو اسے ہندوؤں کا الاٹ ہوا تھا۔ یہی تو زیادتی ہے نا لیکن اللہ ہمارے سامنے تصور رکھتا ہے۔ میں نے اس شخص کو دیکھا ایک بیگ کے ساتھ پرانے موٹر سائیکل پر لاہور میں ساری عمر پھرتے ہوئے۔ پھر میں نے اس شخص کو دیکھا کہ یہاں سے وہاں تک لمبی کار ہے۔ اور آگے پیچھے پولیس کے سائرن بج رہے ہیں اور غلام حیدر وائیں چیف منسٹر آ رہا ہے۔ اور پھر میں نے اور آپ نے دیکھا کہ سڑک پر ایک لاوارث لاش پڑی ہے۔ کتنا سخت نظام ہے اس کا۔ کس کے پاس گارنٹی ہے کہ وہ کل کہاں ہو گا۔ کتنا عجیب پراسس ہے لائف کا اور کون جانتا ہے کہ اگلے لمحے کیا ہو گا۔ آج وہ چیف منسٹری کام نہیں آئے گی۔ آج وہ حکومت و سلطنت کا دبدبہ کام نہیں آئے گا۔ آج وہ فقیری بھی کام نہیں آئے گی۔ آج پوچھا یہ جائے گا کہ اس سارے پراسس میں تیرے کس کس لفظ پر محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھاپ ہے اور تیرے کس کس قدم پر سنت کی مہر ہے۔ تو جب ہمارے سامنے اتنی تصویریں موجود ہیں۔

ہم نے ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کو دیکھا ہماری ان کے ساتھ، کسی شخص کے ساتھ دشمنی نہیں ہے۔ لائف پراسس کو دیکھئے۔ ایک شخص ہندوستان میں رہتا تھا۔ پاکستان میں ایک نوجوان گریجویٹ آیا۔ دفتر میں جاتے ہوئے ڈرتا تھا۔ چک اٹھاتے ہوئے ڈرتا تھا۔ گھر والے جو تھے اس کی بھٹو فیملی اسے گھر میں نہیں گھسنے دیتے تھے۔ کہتے تھے قتل کر دیں گے۔ گھر جاتے ہوئے ڈرتا تھا۔ پھر وہ کیبنٹ میں آ گیا۔ منسٹر بنا پھر وہ فارن منسٹر بنا۔ پھر وہ دنیا میں پھرا۔ مشہور ہوا۔ اس نے ایک فلسفہ حیات اپنایا اور پوری قوم کے دلوں کو اپنی

مٹھی میں لے کر جس طرح چاہا پلٹ دیا۔ اور اسی قوم کے مرکزی شہر میں یک و تنہا پھانسی پر جھول گیا۔ میں نے نہیں دیکھا کہ وہاں ایک آنکھ بھی آنسو بہانے والی موجود ہو۔ یہ کتنا عجیب لائف پراسس ہے۔

میں نے مجیب الرحمٰن کو دیکھا اس کی کار پر فلیگ لگا ہوا تھا بنگلہ دیش کا اور حکومت پاکستان کی تھی۔ ڈھاکے میں گورنر ہاؤس میں وہ گورنر سے ملنے آیا۔ گورنر ہاؤس میں بنگلہ دیش کا فلیگ اس کی گاڑی پر لگا ہوا تھا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ آپ بغاوت کرتے ہیں۔ بغاوت کر کے نئی ریاست بنانا چاہتے ہیں۔ اس کا جھنڈا بناتے ہیں۔ اور حاکم وقت کو وہ جھنڈا اپنی گاڑی میں لگا کر ملنے جاتے ہیں۔ کتنی طاقت ہے آپ نے دیکھا اس شخص کی لاش ایک بوری میں بند تھی۔ ہیلی کاپٹر اٹھا کر لے جا رہا تھا جا کر گڑھے میں پھینک دی۔ نہ کسی نے غسل دیا نہ جنازہ پڑھا نہ کفن دیا۔ تین دن لاش بے گور و کفن پڑی رہی اور چوتھے دن فوجیوں نے لیٹرلی بوری میں بند کر کے بوری کا منہ سیا ہوا نہیں تھا۔ سبے سے بندھا ہوا تھا۔ ہیلی کاپٹر لے کر گیا دو فوجیوں نے گڑھا کھودا ایک سپاہی نے اوپر سے پکڑ کر ناک پر رومال باندھی ہوئی تھی۔ گڑھے میں پھینک دیا۔ کیا یہ زندگی نہیں ہے؟

ابھی اندرا گاندھی فتح بنگال کا جشن نہیں منا پائی تھی کہ اس کا لاشہ تڑپتا ہوا نظر آیا۔ ابھی راجیو گاندھی کی ساز باز مکمل نہیں ہوئی تھی پاکستانی غداروں سے کہ تامل ناڈو کی ایک ہندو عورت نے اڑا کے رکھ دیا۔

یہ ساری زندگی بکھری ہوئی ہے۔ میرے اور آپ کے ارد گرد۔ اب ان میں ان لوگوں کو دیکھو جنہوں نے کسی مقصد پر جان دی۔ ارے مر گئے پیوند خاک ہو گئے خاک ان کا خون جذب کر گئی لیکن ابھی تک ان کی یادوں میں مساجد آباد ہو رہی ہیں۔ کہہ دو نہیں مرے۔ مرنے کے بعد یہی زندگی ہوتی ہے۔ کہ وہ مشن وہ کام وہ نام وہ طرز عمل وہ حیات وہ زندہ رہے تو یہی زندگی ہے۔

ہمارے سامنے بھی آج ملک کی تقدیر ہے۔ میں اور آپ ہم پاکستان ہیں۔ میں پاکستان ہوں۔ آپ پاکستان ہیں اور ہم یہ مانتے ہیں نا سب کہ محمدؐ کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے۔

یہ پاکستان ہے اس کے کس کس عضو پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت ہے؟ مجھے بتاؤ ارے یہ کہنا آسان ہے کہ حاکم وقت وہ پیپلز پارٹی ہو یا مسلم لیگ دو ہی تو پارٹیاں ہیں باقی تو ETCETRAS ہیں جسے انگریزی میں ETC کہہ دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ایک دفعہ ہم چالان ہو گئے۔ محترم جج صاحب بیٹھے ہیں ایک مقدمے میں پھنسا دیا گیا ہمیں بھی تو ہمارے ساتھ ایک دیسی آدمی تھا۔ اس کا نام تھا پہاڑ خان۔ ہم آٹھ دس شریف سات پھنسے ہوئے تھے تو مجسٹریٹ نے پکارنے والے کو حکم دیا کہ انہیں جب وہ پکارے عدالت میں تو کہا کرو پہاڑو وغیرہ۔ تو ہمیں مینٹل ٹارچر دینے کے لئے وہ باہر کھڑا ہو کر کہتا آجاؤ پہاڑو وغیرہ۔ ہم وغیرہ میں تھے اور وہ پہاڑو جو تھا وہ OUR LEADER HE WAS تو آج وہ پہاڑو تو پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ہی ہے۔ باقی سارے وغیرہ ہیں۔ کہتے رہیں۔ ہمارا یہ ملک عجیب ہے۔ جو بندہ صرف دو سیٹوں کے لئے الیکشن لڑ رہا ہے۔ ٹی وی پہ بات کرتے ہوئے کہتا ہے ہماری حکومت بنے گی تو ہم یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے۔ یا یہ لوگ پاگل ہیں یا یہ ہمیں بے وقوف سمجھتے ہیں۔ اور میرے خیال میں یہ پوری قوم کو گدھا سمجھتے ہیں کہ الیکشن دو سیٹوں کے لئے لڑ رہا ہے۔ کہتا ہے میری حکومت بنے گی۔ میں یہ کر دوں گا۔ دوسرا چار سیٹوں پہ لڑ رہا ہے۔ ہمارے علماء میں سے دیکھ لیں۔ مولانا نورانی صاحب' چار سیٹوں پہ الیکشن لڑ رہے ہیں۔ فرماتے ہیں ہماری حکومت آئے گی یہ ہو گا۔ بھئی کیسے آئے گی حکومت۔ چار سیٹوں میں۔ خدا کا خوف کرو کچھ جھوٹ بولنے کا سلیقہ بھی سیکھو۔ کسی کو بے وقوف بنانے کے لئے کوئی تربیت تو حاصل کرو۔ یار چوری کی بھی ٹرینگ ہوتی تھی

ہمارے زمانے تو۔ آج تو چور بھی بے استادے ہو گئے ہیں۔ ایسا زمانہ آیا ہے کہ چور بھی بے استادے ہو گئے ہیں جب ہم لڑکے ہوتے تھے تو چوری کے لئے بھی لوگ استادوں کے پاس جاتے تھے۔ ڈرائیوری کے لئے دس دس برس کلینڈری کرتے تھے۔ اور سیکھتے تھے۔ آج جو بیٹھتا ہے چابی لے کر کسی کے اوپر چڑھ دوڑتا ہے۔ جس کا جی چاہتا ہے کروڑوں لے اڑتا ہے اب کام بھی عجیب ہو گیا۔ کتنی بڑی زیادتی ہے قوم کے ساتھ کہ الیکشن آپ دو سیٹوں پہ لڑ رہے ہیں کہتے ہیں حکومت بنے گی۔ یہ کر دیں گے خدا کا خوف کرو مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی سے پہلے ایک سلطنت میرے اور آپ کے پاس ہے۔ آؤ اس پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت قائم کر دیں۔ دو سو کروڑ مسلمان ہیں۔ روئے زمین پر اس وقت دو ارب دنیا کی سب سے بڑی قوم اس وقت مسلمان ہیں دنیا کے سب سے زیادہ وسائل مسلمانوں کے پاس ہیں۔ وہ آبی بندرگاہیں ہوں وہ گرم سمندروں کے پانی ہوں وہ ہمالیہ کی چوٹیاں اور برف پوش پہاڑ ہوں وہ منرلز ہوں وہ تیل ہوں وہ ہیرے اور جواہرات ہوں یا وہ سونے کی کانیں ہوں دنیا کے 70% سے زیادہ

RESOURCES OF LIFE مسلمانوں کے قابو میں ہیں دنیا کے بہترین خطے جو زندہ رہنے کے قابل ہیں۔ پہاڑوں سے لے کر صحراؤں تک روئے زمین کا نقشہ پھیلا کر دیکھ لو۔ مسلمانوں کے پاس ہیں اور مسلمان کفر کے غلام ہیں۔ یہاں یہ ہوتا ہے دو سال پہلے کی بات ہے۔ مجھے بھی امریکہ کا ویزا لینا تھا۔ میرا چلتا رہتا ہے مجھے وہ دے دیتے ہیں۔ سمجھتے ہیں بے وقوف آدمی ہے' ہمارا کیا بگاڑ لے گا۔ ساتھ جانے والے ایک دوست کو میں نے کہا لاہور سے لگوا لو کہنے لگا لاہور تو وہ پچاس ہزار روپے لیتے ہیں ویزا لگا کر دیتے ہیں۔ میری کھوپڑی گھوم گئی۔ میری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ امریکن ایمبیسی پچاس ہزار کس لئے لیتی ہے یا وہ کیسے لیتی ہے۔ میں نے وہاں امریکہ جا کر ریسرچ کی تو پتہ چلا کہ ایمبیسی کو حکم ہے کہ جو پچاس ہزار دے ویزا دے دو اور یہ فنڈ ریزرو کر کے وہیں تخریب کاری کے لئے سی آئی اے کو دے دو۔ انہی کے جوتے اترواؤ ان کے سر پر مارنے کے لئے کہ امریکہ سے پیسے بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ادھر ہمارا سیاسی لیڈر یہ سوچ رہا ہے ادھر وہ ہمیں اس طرح بے وقوف بنا رہے ہیں۔ یہ جو ہمیں ایڈز ملتی ہے پتہ ہے یہ کیا ہوتا ہے اس کا نام ایڈ ہے لیکن یہ ایڈز ہمیں مفت نہیں ملتی۔ یہ ادھار ملتی ہے۔ کوئی بھی ایڈ پروگرام مفت نہیں ہے وہ ادھار ہوتا ہے۔ اور اس پر سود ہوتا ہے اور شروع میں

AT LEAST FORTY PERCENT سو میں سے چالیس روپے وہ دیتے نہیں ساٹھ دیتے ہیں۔ چالیس کے لئے وہ کہتے ہیں ہمارے ماہرین آئیں گے وہ مشورے دیں گے۔ ہمارے آفیسرز ہوں گے۔ وہ پروگرام وہاں رن کریں گے ان کو تنخواہیں ہم دیں گے۔ وہ سو سے چالیس رکھ لیتے ہیں۔ ساٹھ دے کر اس پر سو کا سود لگتا ہے۔ اور اس پر پھر وہ کہتے ہیں یہ تو بے حس ہو گئے۔ یہیں سے کوئی بندہ بھیج دو۔ جو ان کے روپے کو کاٹ کر آدھا کر دے ہمارے ڈالر کو دوگنا کر دے۔ یعنی جو ٹوٹا پھوٹا ان کے پاس ہے اس کا بھی آدھ کاٹ دو امریکہ کے تو قرضے بیٹھے بٹھائے دوگنا ہو گئے نا تو خالی امریکہ کو گالیاں دینے سے کیا ہو گا۔ یہ تو وہی بات ہے جیسے کسی بابے نے بد دعا دی تھی کہ یا اللہ جرمن دیاں توپاں وچ کیڑے پا۔ کیڑے نہیں پیندیں جرمن دیاں توپاں وچ۔ ہمیں اور آپ کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر بلانا ہو گا۔ اس جسم کا مکین بنانا ہو گا۔ اس چہرے پر' اس بدن پر' اس دل پہ سجانا ہو گا۔ اپنی معاشیات' اپنے معاملات' اپنی سیاسیات پر حکمران بنانا ہو گا۔ مجھے کسی سے اختلاف نہیں۔ نہ میں کسی کی حمایت کرتا ہوں۔ میں ایک ہی بارگاہ کی حمایت کرتا ہوں جس کا میں خادم ہوں اور وہ بارگاہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ میاں نواز شریف کے چھ بازو نہیں ہیں اور بے نظیر کے پاس کوئی الہ دین کا چراغ نہیں ہے۔ جب تک اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا مَا بِاَنْفُسِھِمْ جب تک قومیں خود نہیں بدلتیں اللہ انہیں کسی خوش گوار تبدیلی سے روشناس نہیں کراتا۔ آپ پیپلز پارٹی لے آئیں یا مسلم لیگ لے آئیں۔ حال جوں کا توں رہے گا۔ میرے بھائی چہرے بدلیں گے۔ بندے بدلیں گے۔ لوگ بدلیں گے۔ حالات نہیں بدلیں گے۔ حالات تب بدلیں گے جب میں اور آپ بدلیں گے۔ تو یار دو سو کروڑ مسلمانوں میں سے ایک بدن تو میرے اور آپ کے قابو میں ہے آؤ اس پر تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت قائم کریں۔ اس کے معاملات پر سنت کی مہر لگا دیں۔ اسلام نے تو ہمیں جنگ سے روک کر جہاد کا راستہ دیا اور جہاد کا معنی ہے کہ روئے زمین سے برائی کو ختم کیا جائے۔

جہاد پر ہمارے مغربی مفکرین نے بڑے اعتراض کئے کہ جی انہوں نے نام تو جہاد کا دے دیا لوگوں کو غلام بنا لیا ذرہ تھوڑی سی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ ہمارے علماء حضرات اس موضوع پر بات کرنے سے ڈرتے ہیں اور اہل مغرب ہمیں بھلا کر رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ ینگ جنریشن کے لئے بات کر رہا ہوں کہ نوجوان طالب علموں کو یہ خبر ہو کہ یہ اصل ہے کیا؟ آپ نے روئے زمین کی جنگوں کی تاریخ پڑھی اور پڑھ کر دیکھئے۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے حالات دیکھئے' جس قوم کو انہوں نے فتح کیا اسے دنیا کا بدترین عذاب دیا گیا۔ اور ہر قوم کا اور ہر شہر کا اور ہر جگہ قتل عام کیا گیا۔ اسلام نے حکم دیا جسے میدان میں شکست ہو جائے اس کی آزادی چھین لو لیکن اس کی حیات نہ چھینو۔ بتایئے وہ فیصلہ صحیح تھا یا یہ فیصلہ صحیح ہے۔ پھر آزادی تو چھین لی لیکن اس کے انسانی حقوق آپ نہیں چھین سکتے جو عقیدہ چاہے وہ رکھ سکتا ہے غلام کا عقیدہ تبدیل نہیں کروا سکتے جو کھانا خود کھاؤ گے غلام کو وہ کھلانا پڑے گا اور جو کام وہ نہیں کر سکتا اس کا اسے حکم نہیں دے سکتے اگر اسلام قبول کر لے تو آپ کا غلام نہیں ہے۔ آپ کا بھائی ہے آزاد ہو جائے گا۔ واحد مسلمان قوم ہے جس کے پاس ایسے حکمرانوں کی فہرست ہے۔ خاندان غلاماں کی۔ غلام بن کر آئے اور ان کی قابلیت دیکھ کر مسلمان امراء نے اپنے بیٹوں کو سلطنت نہیں دی غلاموں کو حکمران بنا دیا۔ مغرب والوں کو کہو' ایک مثال لائیں۔

اسلام پر الزام آتا ہے لونڈیاں بنا لیتے ہیں۔ یہ جن خواتین کو تم نے فتح کیا اور جو فتح دہلی پر تم نے حشر بپا کیا جب تم نے قبلہ اول فتح کیا تھا تو وہاں جو حشر ہوا وہ بھی مقابلے میں لاؤ اور جب صلاح الدین ایوبی نے فتح کیا تھا تو تاریخ کا وہ چیپٹر بھی کھولو۔ جو عورتیں میدان کار زار میں قید ہوتیں ہیں تمہارے سپاہی انہیں اجتماعی آبرو ریزی کا شکار بناتے ہیں۔ اس اسلام نے اس کی عزت بحال رکھی اور ایک مسلمان کے لئے اسے حلال کر دیا ایک مسلمان کے علاوہ دوسرے کے لئے وہ ایک وقت بھی حلال نہیں اگر اولاد ہو جاتی ہے تو لونڈی نہیں ام ولد ہے اور پھر ہر خطا کا جو ہے اللہ کریم نے فرمایا یہ غلطی کرو غلام آزاد کرو یہ غلطی ہو گئی کنیز آزاد کرو۔ اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہو غلام آزاد کرو۔ بیماری سے شفا چاہتے ہو غلام آزاد کرو۔ قدم قدم پر ان کی آزادی کا حکم دیا اور پھر مکاتب بنا دیئے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ کے زمانے میں آخری دنوں میں کوئی غلام مسلمانوں کے پاس نہیں تھا سب آزاد ہو چکے تھے۔ حکم دے دیا گیا کہ ہر غلام کے ساتھ اس کی قیمت طے کر لے گا مالک۔ اسے مارکیٹ میں جانے دو۔ وہ کما کر اپنی قیمت اتار دے۔ اور وہ آزاد ہے۔ آخری بندہ جو غلام تھا وہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ جو آخر غلام تھا کہ میری مالکہ ایک خاتون ہے اس نے مجھے مکاتب کیا ہے۔ اور اتنے پیسے مقرر کئے ہیں۔ میرے ایک دوست نے مجھے یہ پیسے دے دیئے ہیں۔ حالانکہ ان کے ساتھ میرا معاہدہ

یہ تھا کہ ہر مہینے اتنی قسط ملے گی۔ میں مالکہ کے پاس گیا وہ کہتی ہے معاہدہ یہ ہے اتنا عرصہ تم میری غلامی میں رہو گے اور ہر مہینے قسط دو گے اور اس کے بعد آزاد کروں گی۔ آپؓ نے فرمایا پیسے یہاں رکھ دو تم آزاد ہو جاؤ۔ اسے بھیج کر مالکہ کو بلایا اس سے سارا واقعہ پوچھا اس نے تصدیق کی تو آپؓ نے فرمایا تمہیں یک مشت نہیں چاہئیں تو اس کے پیسے بیت المال میں جمع ہیں ہر مہینے قسط لے جایا کرو اگر تمہیں قسطیں ہی لینی ہیں تو اس نے پیسے دے دیئے۔ اسے آپ غلام نہیں رکھ سکتیں۔ پیسے آپ نے قسطوں میں لینے ہیں تو یہاں سے۔ اس نے معافی مانگی اور پیسے لے کر چلی گئی۔ یہ آخری غلام تھا جس کے طعنے دیے جاتے ہیں۔ غلام تو انہوں نے بنائے جنہوں نے افریقہ سے جہاز بھرے شکار کئے جانوروں کی طرح رکھے۔ جانوروں کی طرح رکھے۔ اور بولیاں لگا کر بے گناہوں کو فروخت کیا۔ اور بیچا۔ آج وہ بے گناہ ان کی گردنوں پر سوار ہیں لیکن یہ سب کہنے کا ہمیں کیا حاصل۔

میرے بھائی ہم تو خود ان کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ تو پھر ہم بات کرنے کی پوزیشن میں کب ہوں گے۔ اپنا پلیٹ فارم بنائیے۔ اپنے لئے ایک جگہ بنائیے۔ جہاں آپ پاؤں جما کر کھڑے ہوں اور وہ جگہ ہے محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی جس میں کوئی دشمن نہیں کسی سے کسی کا کوئی تفرقہ نہیں کوئی لڑائی نہیں۔ یہ جو لڑائی ہم میں علماء میں ہے نا یہ بھی کھانے پینے پر ہے ورنہ دین میں کوئی لڑائی نہیں۔ دین میں کوئی جھگڑا نہیں دین میں حاکمیت اللہ کی ہے۔ بتانا اور یہ حاکمیت بتانا یہ فرق نبوت کا ہے اللہ خیر صلا۔ ہم سب غلام ہیں پوچھنے والے ہیں۔ حکم کے بجا لانے والے اگر سمجھ میں اختلاف آ جائے تو گنجائش موجود ہے۔ غزوہ خندق میں سارے جاں نثار موجود تھے۔ سب نے ایک سی تکلیف برداشت کی۔ ابھی خندق سے واپس آئے تھے تو حکم آ گیا کہ یہودیوں کے قلعوں پر پہنچو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دے دیا کوئی شخص ہتھیار نہ کھولے عصر کی نماز وہاں جا کر ادا ہو گی۔ وہی خدام چل پڑے۔ عصر کا وقت تھا۔ چار پانچ چھ میل کا سفر تھا۔ بعض نے یہ سوچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشا عالی یہ تھا کہ وہاں جلدی پہنچو نماز موخر کرنا منشا عالی نہیں تھا۔ وقت ہے یہاں پڑھ لی جائے دوسروں نے کہا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہہ دیا نماز وہاں ہو گی۔ نماز وہاں ہو گی۔ THAT'S ALL آدھے چلے گئے' آدھوں نے راستے میں پڑھ لی۔ پڑھنے والے بھی ان کے پڑھنے تک پہنچ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ پیش کی گئی بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں میں سے کسی کو غلط نہیں کہا۔ دونوں جاں نثار تھے۔ دونوں خلوص سے اتباع اور اطاعت کرنا چاہتے تھے۔ انسانی عقل میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ ایک نے حکم کو اس انداز میں سمجھا دوسرے نے اس میں۔ آج اگر ایک بلند آواز سے درود پڑھ لیتا ہے دوسرا خاموشی سے تو پتھر مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ فرقے کہاں سے آ گئے وہی صلوٰۃ و السلام ہے وہی درود ہے وہی نبی ہے' وہی مسجد و محراب ہے۔ جھگڑے کی کیا بات ہے۔ جھگڑا کھانے پینے کا ہے پیسے کا ہے وقار و اقتدار کا ہے۔ اپنے اپنے پیرو کار بڑھانے اور گھٹانے کا ہے۔ اپنی اپنی طاقت کے اظہار کا ہے۔ دین کا نہیں میں یہ عرض کروں گا کہ آپ علماء حضرات جو تشریف رکھتے ہیں وہ بھی' اور جو سیاست دان تشریف رکھتے ہیں وہ بھی آپ میں سے اہل علم اور عام جو میرے جیسے لوگ تشریف رکھتے ہیں وہ بھی۔ یار میں یہ عرض کروں گا کہ آپ اس ایک بندے کو ان جھگڑوں سے اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں لے جائیں اس سے بڑا کام بے شک نہ کریں میدان حشر میں یہ تو کہہ سکیں کہ خدایا یہ ایک جو ہے نا یہ میں نے سیدھا کر دیا۔ زمین پر بنائی ہوئی مسجدیں تب کام آئیں گی جب آپ کا اور میرا وجود مسجد بن جائے گا اگر یہ نہ بن سکا تو یہ ایک فراڈ ہو گا دھوکا ہو گا۔ کہ زمین پر مساجد بناتے تھے اینٹ اور گارے کو لیپتے تھے۔ خوبصورت

گلکاریاں کرتے تھے۔ اپنے اندر کفر ہی رکھا اس وجود کو کیوں پاک نہیں کیا۔

میرے بھائی! آدمی بہت کہے یا کم اسلام نے یہ سوچ دی ہے کہ اس مقصد پہ جان لڑا دو تو تم نے موت کو بھی مات دے دی۔ اور حیات دوام پا لی۔ اور یہ فلسفہ اسلام کے علاوہ کہیں نہیں ہے۔ اگرچہ ضیاء الحق مرحوم نے جب گولڈن ٹمپل ایکشن ہوا تھا۔ تو کہہ دیا تھا یہ گولڈن ٹمپل میں مرنے والے سب شہید ہیں لیکن سکھوں کا مذہب شہادت کا تصور نہیں دیتا۔ عیسائی اور یہودی کے پاس یہ تصور نہیں ہے دنیا کے کسی مذہب کے پاس اس وقت پورے مذاہب کا مطالعہ کر لیجئے۔ یہ تصور صرف اسلام کے پاس ہے جو مذہب حقہ ہے جو اللہ کا دین ہے اور جس میں موت سے بھی آدمی نبرد آزما ہو سکتا ہے۔ بات اتنی ہے کہ اللہ اس کے دل میں اللہ کا نور ہو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اس کے وجود پر ہو -----

اسے الللی تللی یاری قبول نہیں ہے فرمایا لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُمْ کوئی بندہ اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا تم میں سے حتیٰ اَکُوْنَ اَحَبَّ عَلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ○ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام رشتوں کی حیثیت ثانوی ہو ایماندار اللہ کے نزدیک نہیں مانا جائے گا۔ یہاں تو ہم ڈانگ سوٹے سے منوائے رکھیں گے میں پیر صاحب بھی کہلوا لیتا ہوں مولانا بھی کہلوا لیتا ہوں۔ وہاں نہیں مانیں گے۔ وہ ڈانگ سوٹے سے نہیں مانیں گے۔ مریدوں کی طاقت اور میری گاڑی دیکھ کر نہیں مانیں گے۔ کفن اٹھا کر پوچھیں گے کہ حق غلامی کتنا ادا کیا سادہ سی بات ہے تو بڑا ہے یا چھوٹا بڑے پر بڑی ذمہ داری ہے مجھ سے شاید اتنے لوگوں کا پوچھا جائے گا جو میرے ساتھ متعلق ہیں۔ تم نے انہیں حق بتایا تھا سچی بات کی تھی اللہ کی حاکیت قائم کی تھی۔ یا خود فرعون بنتے رہے۔ کلمہ نہ پڑھنے والے سے وہ فرعون سخت ہوتا ہے جو کلمہ پڑھ کر فرعونیت کرتا ہے۔ کلمے کا منکر فرعون نگاہ میں آجاتا ہے۔ کلمہ پڑھنے والے فرعون کو ہم مسلمان سمجھتے رہتے ہیں۔ ہوتا فرعون ہے دھوکا دے جاتا ہے۔

لیکن سب سے پہلے اس باڈی سٹریچر پر اس ریاست پر اس مملکت پر اسلام کو نافذ کرو اس کے لئے آپ کو قرآن کا ترجمہ سیکھنا ہو گا اس کے لئے اپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پڑھنی ہو گی۔ اس کے لئے یار کتنی عجیب بات ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ بچوں کو ویڈیو دیکھنے کے لئے کوئی ٹیپ اسلامی ہسٹری کی مل جائے۔ اگر اسلامک ہسٹری اور مجاہدانہ کارناموں پر مجھے کوئی فلم ملی تو وہ بھی ہالی وڈ کی بنی ہوئی تھی۔ کسی مسلمان نے نہیں بنائی۔ ہالی وڈ نے اپنے ایک ایک سولجر کو پکچرائز کیا ورلڈ وار کا ایک ایک ایکٹ پکچرائزڈ کیا اپنے پورے معاشرے کو پکچرائزڈ کیا۔ اور جب ہم اسلام کی طرف آئے تو مسلمانوں کی اگر کوئی چیز ملی تو وہ بھی ہالی وڈ سے جا کر اور عجیب بات ہے جب MESSANGER بھی مغرب والوں نے بنائے یہ نہیں بنا سکے۔ انہیں بس وہ لڑکیوں کا ڈانس اور گھگرے اور باپ مرجاتا ہے تو بیٹی سولہ سنگھار کر کے رونے گانا گاتے ہوئے آجاتی ہے یہ ساری زندگی یہ کچھ کرتے رہے۔ کسی فیلڈ میں بھی اس قوم نے کام نہیں کیا۔ یار خدا کے لئے مسجد میں نہیں کرتے۔ سینماؤں میں ہی کر جاؤ۔ کچھ تو کر جاؤ۔ کہیں تو کرو۔ کون سا پہلو ہے جو ہمارا درخشندہ ہے کہیں تو دین کا کہیں تو اللہ کے بندوں کا کہیں تو اللہ کے نام کا کہیں تو پتہ چلے کہ یہ قوم کیا تھی۔

دنیا میں اگر کسی کے پاس اگر شاندار ماضی ہے تو وہ مسلمان ہے دنیا میں کسی کے پاس شاندار مستقبل ہے تو وہ مسلمان ہے پھر کیوں ہم ہی ذلیل ہیں۔ اس لئے کہ ہم نے عملاً" اسلام سے خود کو الگ کر لیا۔ اپنے آپ کو پکڑ کر اس غلامی میں لے آؤ۔ والدین کا رشتہ اولاد کا رشتہ۔ دوستوں کا رشتہ۔ دولت کا رشتہ حکومت کا رشتہ ثانوی ہو اور پہلی

حیثیت دے دو محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتے کو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ میاں اللہ نے وعدہ کر دیا یار عجیب لوگ ہیں ہم اللہ نے کہہ دیا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ تم ہمیشہ جیتو گے۔ ذاتی زندگی میں معاشی زندگی میں سیاسی زندگی میں کوئی سپر پاورز نہیں ہے۔ تمہارے سامنے تم فاتح ہو۔ چھوٹی سی شرط ہے۔ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا کرتے رہو۔

کس یکجائی سے اب عہد غلامی کر لو
ملت احمد مرسل کو مقامی کر لو

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا 93-10-1)

نعت

اے شہ انبیاء اک نگاہ کرم
اپنے در پہ خدارا بلا لیجئے
مدتوں سے ترستی ہیں آنکھیں میری
حاضری کی سعادت عطا کیجئے
جالیوں سے لپٹنے کی ہے آرزو
پہرہ داروں کو یاں سے ہٹا دیجئے
جس سے ہوتے ہیں سیراب عاشق تیرے
وہ صورتیا مجھے بھی دکھا دیجئے
جن کی قسمت میں اس سال ہے حاضری
انہی لوگوں میں ہم کو بلا لیجئے

"علم اٹھتا جا رہا ہے، علماء ختم ہو رہے ہیں۔ خصوصاً" یہ فن تصوف (احسان و تزکیہ و سلوک) اس کا علم تو بالکل ہی کمیاب ہو رہا ہے اور لوگ اپنی جہالت اور دوہمتی کی وجہ سے انکار میں مبتلا ہیں"۔

"میں تصوف کو جزو دین اور روح دین سمجھتا ہوں اور تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں۔ کہ جسے سلوک سیکھنا ہو۔ بندہ کے پاس ان شرائط کے ساتھ رہے، جو میں پیش کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ دکھا دوں گا کہ روح سے فیض کیسے اخذ کیا جاتا ہے۔ وہ شخص روح سے کلام کر لے گا۔ قبر کے عذاب و انعام کو دیکھ لے گا۔ انبیاء کی روحوں سے ملاقات کرے گا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر روحانی بیعت کرا دوں گا۔ بشرطیکہ وہ شخص متبع سنت ہو۔ خلوص لے کر آئے۔

ایک عالم ربانی کا اصل کام یہ ہے کہ خدا کے بندوں کو کفر سے نکال کر اسلام کے دائرے میں لائے۔ یہ ہماں کا علم ہے کہ دائرہ اسلام میں داخل مسلمانوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر کفر میں دھکیلتا چلا جائے۔ اور خوشی سے پھولا نہ سمائے کہ کارے کردم۔

اگر کسی شخص کو تنگدستی ہو تو میری طرف سے تمام جماعت کو اجازت ہے کہ اول آخر درود شریف اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پانچ تسبیح پڑھیں۔ انشاء اللہ کچھ مدت کے بعد یہ تکلیف دور ہو جائے گی۔

دعائے مغفرت

شازب نثار احمد (گوجرانوالہ) کے بھائی خاور سہیل وفات پا گئے۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

مُسلمان

مولانا محمد اکرم اعوان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰہَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰہَ كَثِيْرًا ○

یہ آیہ مبارک جو میں نے تلاوت کی ہے یہ سورۃ احزاب کی اکیس نمبر آیہ کریمہ ہے۔

اسلام بنیادی طور پر تمام امور کو آخرت کے حوالے سے زیر بحث لاتا ہے۔ دور حاضرہ کی سوچ ہو یا قدیم انسانی معاشرے کی۔ غیر اسلامی معاشرے ہر دور میں محض دنیوی زندگی، دنیوی زندگی اور اس کی ضرورتیں اور انسان کے ماحول اور اس کے دنیوی حالات سے بحث کرتا ہے۔ اسلام نے بنیادی طور پر انسان کی رہنمائی زندگی کے ان حقائق کی طرف کی ہے جن حقائق کے لئے اللہ کریم نے نسل انسانی کو روئے زمین پر آنے کا موقع بخشا۔ روئے زمین پر آنے کے اس محدود وقت کو جس عظیم منزل کے لئے امتحان گاہ قرار دیا اور وہ عجیب امتحان کیا ہے کہ زندگی خود دی اس کی ضرورتیں خود دیں۔ احساس ضرورت خود عطا فرمایا۔ تکمیل ضرورت کے اسباب انسان کے گرد پھیلا دیئے اب اس میں عقل بھی ہے فکر بھی ہے چیزوں کو دیکھتا بھی ہے۔ پسند و ناپسند کی اس میں ایک طرح کا شعور بھی ہے۔ تو امتحان کیا ہے۔ کیا ان چیزوں سے اپنی ضرورتیں پوری نہ کرے اور دنیا سے الگ ہو کر بھوکا پیاسا ننگا گوشہ نشین ہو کر بیٹھ جائے؟ فرمایا نہیں۔ امتحان یہ ہے کہ وہ ساری ضرورتیں پوری کرے اور زمین پر اپنا ایک معاشرہ تشکیل دے۔ اس میں انسانی زندگی گزارے اور ساری ضرورتیں پوری کرے لیکن امتحان یہ ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے کام سے لے کر بڑی سے بڑی بات تک اس انداز سے کرے جس انداز سے کرنے کا حکم رب کریم نے دے دیا اب وہ انداز کہاں سے سیکھے گا فرمایا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ وہ انداز اور اس کا سارا حسن ایک ذات میں سمو دیا گیا ہے اب ظاہر ہے بات کسی سیاست دان کی ہوتی بے شمار لوگ اس کے گرویدہ ہوتے، بے شمار لوگ اس سے خفا بھی ہوتے۔ بات کسی ایک ایسے شخص کی ہوتی جو اپنی پسند سے کچھ چیزیں چنتا ہے، کچھ چھوڑ دیتا ہے وہ مولوی ہوتا ہے وہ پیر ہوتا ہے وہ بادشاہ ہوتا ہے۔ تو بحیثیت انسان بہت سے لوگ اس کی پسند سے اتفاق بھی کرتے۔ بہت سے ایسے بھی ہوتے جن کی پسند ان کی پسند کے ساتھ اتفاق نہ کرتی تو رب جلیل نے اپنے اس نبی اور اپنے اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے اتباع کا حکم دیا جو اپنے لب مبارک سے کوئی بات بھی تب تک نہیں نکالتا جب تک اللہ کریم کا حکم نہیں ہوتا۔ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ جس کی ہر حرکت ہر سکون جس کی ہر ادا منشا باری کی مظہر ہے۔ وہ ہستی جس کا جینا مرنا اٹھنا بیٹھنا آنا جانا اس کی اپنی پسند سے نہیں بلکہ ہر ہر ادا اللہ کی پسند کردہ اللہ کی عطا کردہ اور اللہ کی پسندیدہ ہے۔ بحیثیت مسلمان جب ہم اپنی زندگی پر نظر کرتے ہیں تو ہمارے پاس اپنے بچوں، اپنے والدین سے ہمیں معاملہ کس طرح کرنا ہے۔ اس کا بھی صریح اختیار نہیں رہتا۔ آزادانہ اختیار ہمارے پاس نہیں رہ جاتا۔ اپنے بچوں سے بات اپنے بچوں سے معاملہ کرنے کی حدود بھی ہمیں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں سے حاصل کرنا ہوں گی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچوں کے ساتھ معاملہ کرنے اور بچوں کی تربیت کرنے یا بچوں کو روزی پہنچانے کا کونسا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ والدین کے ساتھ معاملہ کرنا ہے تو اس میں بھی ہم خود مختار نہیں ہیں۔ مسلمان اس میں خود مختار نہیں ہے بلکہ مسلمان پابند ہے اس قاعدے اور اس قانون کا جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے والدین کے ساتھ معاملہ کرنے کا بنا دیا۔ تو میرے بھائی جب ہم اپنی اولاد کے ساتھ معاملہ کرنے میں اپنے والدین کے ساتھ معاملہ کرنے میں بے مہار نہیں ہیں تو معاملات دنیا میں، سیاسیات میں، امور سلطنت میں، بیع و شراء، خرید و فروخت میں، دوستی اور دشمنی میں اپنی پسند یا آزاد خیالی کے تصور کا اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ ہاں اگر گنجائش ہے تو یہ ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک حکم ہو اس کی تعبیر دو طرح سے۔ دو سے زیادہ طرح سے ممکن ہے کہ ہر آدمی اپنے کیلیبر کے مطابق اپنی استعداد اور اپنے شعور اور اپنی فہم کے مطابق خلوص سے کیا سمجھتا ہے۔

جسے آپ آئمہ کا اختلاف کہتے ہیں اور اسے بڑی ہوا دی جاتی ہے در حقیقت آئمہ اربعہ میں اختلاف نہیں ہے اسی ایک بات کے چار پہلو یا مختلف پہلو سامنے آ جاتے ہیں بات اصل وہی ہوتی ہے اصول وہی ہوتا ہے اور ان اصول پہ سارے متفق ہوتے ہیں۔ لیکن اس بات پہ اگر DIFFRENT DIMENTIONS ہیں مختلف پہلو ہیں تو ان کی سوچ کے انداز میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے سارے پہلو جو ہیں وہ امت کے سامنے کر دیئے۔ خود ائمہ میں ایک دوسرے کو غلط کوئی بھی نہیں کہتا بلکہ اختلاف اگر ہے تو ترجیح کا ہے یعنی جو پہلو میں سمجھتا ہوں وہ دوسرے سے زیادہ مناسب ہے صحیح دوسرے کا بھی ہے ایسی بات کو اختلاف کہہ دیا جاتا ہے اور جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ہی پہ اعتراض کر دیا جائے وہاں اتفاق کی دعوت دی جاتی ہے؟ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ اسلام ضرور سمجھوتے کرتا اگر یہ انسانی ذہن کی ایجاد ہوتا۔ انسان مجبور ہے سمجھوتہ کرکے زندہ رہنے پر کوئی شخص بھی جو سوچتا ہے وہ بات حتمی نہیں ہوتی یہ الگ بات ہے کہ ایک شخص صحت کے زیادہ قریب ہے۔ دوسرا اس سے تھوڑا دور رہ جاتا ہے۔ اپنی طرف سے صحیح سوچتا ہے لیکن شاید دوسرے کی نسبت کم صحیح ہو جو بات اسلام کی ہے جو بات قرآن کی ہے جو بات محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اس میں شے کی گنجائش ہی نہیں ہے وہ آخری حتمی اور یقینی بات ہے۔ اور صرف مومن کا نہیں انسانیت کا بھلا اس میں ہے۔

ہر کام کے دو نتائج ہوتے ہیں۔ ایک وہ نتیجہ جو فوری ہوتا ہے اور جس کا اثر دنیا میں ہوتا ہے مثلاً" کوئی شخص دھوپ میں کھڑا ہے اسے گرمی لگے گی وہ مومن ہے یا کافر وہ نیک ہے یا بدکار وہ چوری کے ارادے سے کھڑا ہے یا کسی جگہ پر پہرہ دے رہا ہے۔ جب دھوپ میں کھڑا ہے تو تمازت آفتاب اسے محسوس ہو گی یہ دنیوی نتیجہ ہے لیکن اس دھوپ میں کھڑا ہونے کا نتیجہ اس کے اعمال اس کی آخرت اور اللہ کے ساتھ جو اس کے تعلقات ہیں اس پر کیا پڑ رہا

ہے اس میں فرق پڑ جائے گا۔ مومن اور کافر میں نیک اور بدکار میں چور اور مجاہد میں۔ چوری کے لئے کھڑا ہے اس کا نتیجہ الگ ہے۔ جہاد کے لئے کھڑا ہے اس کا نتیجہ الگ ہے لیکن دنیوی نتیجہ کہ تمازت آفتاب انہیں برداشت کرنی پڑے ایک ہو گا اس طرح کھانا کھانے سے مومن کی بھوک بھی مٹے گی اور کافر کی بھی مٹ جائے گی۔ اللہ کے روبرو جب حاضر ہوں گے تو حلال و حرام جائز و ناجائز کھا کر شکر کیا یا کفر کیا یہ محاسبہ یہ دوسری طرح کا نتیجہ ہے۔

تو آج اگر آپ تجزیہ کریں کہ وہ اقوام جنہیں ہم اپنے سے بہت آگے دیکھتے ہیں اور ان جیسا بننے کی کوشش کرتے ہیں کن کن کاموں میں کون کون سے باتوں میں وہ ہم سے سبقت لے گئیں اور آگے چلی گئیں جن باتوں میں وہ ہم پر سبقت لے گئیں کیا یہ ہمیشہ سے ان کے پاس تھیں یا کبھی انہوں نے اپنائیں اور جب اپنائیں تو وہ کون سا زمانہ تھا تو آپ دیکھ لیں گے کہ پوری دنیا کی جو قومیں اس وقت عروج پر ہیں ان میں یہ عروج یہ قوت یہ طاقت نام کو بھی نہ تھی جب اسلام عروج پر تھا حتیٰ کہ جب بغداد کی گلیاں پختہ تھیں اور سڑکیں پکی تھیں، پیرس کی گلیوں میں گھٹنوں گھٹنوں کیچڑ ہوا کرتا تھا اور جب بغداد میں اور جب عرب میں اور اسلامی سلطنت میں بڑی بڑی عمارتیں بن رہی تھیں۔ سارا یورپ غاروں میں رہتا تھا اور تاریخ میں THE CAVE MAN ان کا نام ابھی تک موجود ہے یہ غاروں میں رہتے تھے انہیں مکان بنانا نہیں آتا تھا۔ ظہور اسلام اور غلبہ اسلام ایک ایسی عجیب بات تھی کہ اس نے پوری دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا کہ چند صحرا نشین چند خانہ بدوش ایک بے ترتیب سی قوم کے افراد صحرا سے اٹھے اور بغیر مادی وسائل اور اسباب کے بغیر کسی حکومت کے تعاون کے روئے زمین پر یوں چھاتے چلے گئے جیسے موسلا دھار بارش کوئی طوفان بپا کر دے اور وہ نشیب و فراز کو برابر کرتا ہوا بڑھتا ہی چلا جائے۔ تو ان لوگوں نے سر جوڑ کر بیٹھ کر سوچنا شروع کر دیا کہ اس کے کچھ عوامل کچھ اسباب بھی ہونے چاہئیں۔ ان عوامل و اسباب پہ غور کر کے اسلام کے عروج کے بعد ان سب اقوام نے وہ امور اختیار کئے جو مسلمانوں کے عروج کا سبب ان کی نظر میں تھا اور بڑی عجیب بات ہے اور ایسا ہونا چاہئے تھا کہ اس کا دنیوی نتیجہ بحیثیت کافر بھی انہیں حاصل ہونا چاہئے تھا۔ آپ دیکھ لیں کہ جن جن امور میں وہ اقوام آگے بڑھ گئیں وہ کام انہوں نے اسلام کے عروج کے بعد مسلمانوں سے سیکھے اور اپنائے اور اس میں وہ آگے بڑھ گئے۔ جن امور میں مثلاً" پیسے اور لین دین کے معاملے میں ان تمام اقوام نے اسلامی جو فلسفہ ہے اسے چھوڑ دیا اور پرانا یہودی نظام جو اسلام سے پہلے تھا۔ سودی نظام اپنایا۔ آپ دنیا کے بڑے سے بڑے ملک میں اور بڑے سے بڑی ترقی یافتہ قوم کے پاس چلے جائیں خود امریکہ کو دیکھ لیں میرے خیال میں کم ہی کوئی ایسا بندہ ہو گا جو دو جگہ جاب نہ کرتا ہو یعنی دن میں سولہ گھنٹے ڈیوٹی نہ دیتا ہو اور جب کوئی بیمار ہو جائے یا کسی کے ہاں کوئی بچہ ہو تو اخراجات ہسپتال کے جو آتے ہیں تو کئی مہینے وہ بندہ تین جگہ جاب کرتا ہے۔ آٹھ آٹھ گھنٹے کی اور اس کا کھانا سونا وہی ہوتا ہے جو ایک دفتر سے دوسرے دفتر جاتے ہوئے کسی بس میں سوار ہو گیا اور سو لیا تو یوں پیسے جمع کر کے وہ پورے کرتا ہے یا پھر سود پہ لیتا ہے اور مرتے دم تک سود دیتا رہتا ہے اصل اس کے ذمے رہ جاتی ہے۔ جب بچے آنکھ کھولتے ہیں تو گھر قسطوں پر ٹی۔ وی قسطوں پر چولہا قسطوں پر چارپائی قسطوں پر بستر قسطوں پر حتیٰ کہ باپ کا کفن بھی سود پر ادھار آتا ہے۔ آپ اس قوم کی معیشت کو دیکھیں۔ آج مردہ دفن کرنے کی بجائے پورے امریکہ میں جلا دینا زیادہ بہتر سمجھا جاتا ہے کیوں؟ انہوں نے بھٹیاں بنا دی، بجلی کی بندے کی لاش اس میں جلائی جاتی ہے اور صرف بندہ نہیں جلایا جاتا جتنے مردار جمع ہوتے ہیں اس میں کوئی گدھا مر جائے کتا مر جائے کسی کی کوئی بلی مر جائے۔ بندہ مر جائے مرد ہو یا عورت ہو جس کے لئے انہیں

وہ جلانی پڑے وہ ایک لمبا سا لوہے کا بنا ہوا کنویں ہوتا ہے۔ جب وہ بھر جائے تو آن کر کے سب کو جلا دیتے ہیں اور ایک ایک بوتل راکھ کی دے دیتے ہیں یہ تیرا باپ ہے یہ تیری ماں ہے یہ تیرا بابا ہے کوئی نہیں جانتا کہ اس کے حصے میں کتے کی ٹانگ کی چھائی آئی ہے یا کسی کو بلی کے سر کی چھائی ملی ہے کیا خبر ہوتی ہے۔ جب وہاں ایک ڈمپ لگا ہوا ہے اور سارے جل گئے اور اتنا ہیوی کرنٹ ہوتا ہے بجلی کا کہ چھائی بھی جل جاتی ہے پورے چھ فٹ بندے کی راکھ اتنی سی بوتل میں آ جاتی ہے کیوں ایسا کرتے ہیں؟ اس لئے کہ آج امریکہ میں قبر کی جگہ کریدنے اور مردے کے کفنانے اور غسل وغیرہ کی رسومات پر کم و بیش پانچ ہزار ڈالر لگتے ہیں۔ بجلی میں جلانے والے دو ہزار ڈالر لے کر جلا دیتے ہیں اس لئے نہیں کہ انہیں کوئی بڑی خوشی ہوتی ہے جلوا کر۔ وہ تین ہزار ڈالر سے بچنے کے لئے اس بھٹی میں جھونک دیتے ہیں یعنی جو معاشی حال ہے وہ یہ ہے۔ ہزاروں افراد آپ کو نیویارک کی سڑکوں پہ رہلت بسر کرتے ہوئے ملیں گے اور بے شمار لوگ آپ کو کوڑے کے ڈھیر سے روٹیوں کے ٹکرے چنتے ہوئے نظر آئیں گے۔ بے شمار بزرگ۔ میں نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا میرے پاس اس کی تصویر بھی موجود ہے کہ کوڑ کے ڈرموں میں سے بیئر کے ڈبے ڈھونڈتا تھا جو لوگوں نے پھینک دیئے اور ایک ڈبہ اس کے ہاتھ میں تھا ان کو اٹھاتا تھا کسی سے چند قطرے نکل آئے کسی سے گھونٹ نکل آیا کسی سے تھوڑا کسی سے بہت دو تین گھونٹ بن گئے تو سڑک پر کھڑے ہو کر منہ لگا لیا یہ اس قوم کی معیشت ہے جس نے اسلامی معیشت کو نظر انداز کیا وہی ترقی یافتہ قوم جو دنیا پر حکومت کرنے کے خواب دیکھ رہی ہے اس کا معاشی حال یہ ہے اور یہ حال بھی تب ہے کہ مسلمانوں نے اپنا سرمایہ ان کے بنکوں میں رکھا ہوا ہے۔ اگر مسلمان حکومتیں اپنا سرمایہ نکال لیں تو ان کے لئے شام کا کھانا محال ہو جائے۔ صرف ایک ملک سعودی عرب کے جو ایسٹس امریکہ میں ہیں صرف ان پر پندرہ فیصد سالانہ سود جو آتا ہے اس سارے سود سے سعودی حکوت کا پورا ملک کا بجٹ چلتا ہے۔ پورے ملک کا بجٹ جو ہے حرمین شریفین سمیت خالص بغیر کسی آمیزش کے خالص سود خرچ کیا جاتا ہے مدینہ یونیورسٹی پر بھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی اور حرم کعبہ پر بھی۔ پندرہ فیصد سعودیہ کو ملتا ہے اور ماہرین نے وہاں جمع ہو کر جو اندازہ لگایا کہ اس سے امریکہ کیا کماتا ہے تو وہ کم و بیش ہزار فیصد کماتے ہیں۔ موجودہ جو ان کی بہت جدید ٹیکنالوجی ہے جس میں یہ جیٹ فائٹر اور راکٹ وغیرہ بنتے ہیں وہ سارا سرمایہ اس پہ انہوں نے لگا رکھا ہے اور جہاں ایک سو خرچ ہوتا ہے وہ چیز گیارہ سو کی بیچتے ہیں۔ ہزار پر سنٹ وہ کماتے ہیں۔ پندرہ سعودیہ لے جاتا ہے اور دس سو پچاس پھر امریکہ کے پاس رہ جاتا ہے۔ سعودیہ سے امریکہ پھر بھوکا ہے۔ یہ ہے وہ نظام جس میں ان قوموں نے اسلام کا اتباع چھوڑا۔

دوسرا بہت بڑا ایک پہلو ہے انسانی زندگی کا مرد اور عورت کے رشتے کا پورے مغرب میں اور پورے غیر اسلامی سوسائٹی میں مرد اور عورت کا رشتہ اس تباہی کا سبب بنا ہوا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کسی کی عزت کا کوئی تصور ہی نہیں کسی جگہ حیا کا کوئی CONCEPT ہی نہیں کسی باپ کی کوئی بیٹی نہیں ہے اور کوئی بھائی کسی بہن کا بھائی نہیں بنتا۔ اور جس ذلت میں وہ قومیں گرفتار ہیں اس سے واپس آنا چاہتی ہیں لیکن آ نہیں سکتیں۔ یہ بھی وہی پہلو ہے جو اسلام سے الگ ہو کر اور اسلام کو چھوڑ کر وہ اپنی پسند سے چلا رہی ہیں۔ لیکن دین میں وہ پیسہ کیوں کما جاتے ہیں میرے بھائی کافر تو ہیں آپ یہاں چیز منگوائیں اگر خراب نکلی یہاں سے لکھیں تو یہاں تک دوبارہ صحیح چیز پہنچانا ان کی ذمہ داری ہے۔ آپ دکان سے گزرتے ہوئے لیبل پڑھ کر قیمت دے جاتے ہیں۔ چیز لے جاتے ہیں۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ چیز ویسی ہو فروٹ کے ایک ایک دانے

پہ سٹمپ ہوتی ہے اور ذمہ دار ہوتا ہے فروٹ بیچنے والا کہ یہ صحیح ہے پانی کی ایک ایک بوتل پر اور ٹین کے ایک ایک ڈبے کا کوالٹی کنٹرول ایسا ہے کہ میں نے ایک دکان سے ایک چاقو چھوٹا سا خریدا اس پہ لکھا ہوا تھا۔

MADE IN TAIWAN تو میں نے دوکاندار کی طرف دیکھا تو کہنے لگا۔ WORRY IT IS AMERICA IT IS UNITED STATES DO NOT میں نے کہا

WHAT DO YOU MEAN BY THIS کہنے لگا۔ بھائی میاں تائیوان سے بھی یہاں جو مال آتا ہے وہ امریکن کوالٹی کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ دنیا کے دوسرے ملک نہیں ہیں کہ تائیوان سے دو نمبر وہاں آجائے۔ یہاں امریکنز کے اپنے کارخانے جو تائیوان میں ہیں اس پہ وہ

MADE IN TIWAN لکھتے ہیں لیکن کوالٹی وہی ہوتی ہے جو امریکہ میں بنتی ہے۔ آپ کوالٹی کی فکر نہ کریں آپ کسی ملک میں اپنے کسی اسلامی ملک میں یہ ضمانت دے سکتے ہیں؟ آپ ملکی وفاداری کی بات کریں تو میں آپ کو اپنا ذاتی چھوٹا سا تجربہ بتاتا ہوں۔

سویڈن دنیا کا امیر ترین ملک ہے۔ ان دنوں سفارت خانے کراچی ہوتے تھے۔ سویڈن کا سفیر ہمارے پاس کبھی کبھی آتا تھا ہمارا شکاری دوست تھا۔ ایک دن میں نے اسے کہا یار تم بڑی دیر بعد آتے ہو کبھی سال میں ایک آدھ مرتبہ کبھی دو مرتبہ تو سردیوں کا موسم ہوتا ہے شکار کے لئے تو تم زیادہ مرتبہ آجایا کرو تو کہنے لگا تم نہیں سمجھو گے میرا طریقہ ہے کہ میں اپنی تنخواہ سے پیسے بچاتا رہتا ہوں۔ آنے جانے کا جیپ کا تیل کا کارتوسوں کی قیمت بندوقوں کا خرچہ یہاں راستے کا خرچہ رہنے کا تو اتنی تو میری تنخواہ نہیں ہے کہ بیوی بچوں کو پال کر یہ ساری چیزیں روز افورڈ کروں تو دو تین چار مہینے بعد میرے پاس کچھ پیسے بچ جاتے ہیں جن سے میں شکار کھیلتا ہوں اور وہ پورے سویڈش سفارت خانے کا انچارج تھا۔ جن کے پاس وہ فنڈز ہوتے ہیں کی کوئی پڑتال نہیں ہوتی اور ان کی ڈسپوزل پہ ہوتے ہیں جہاں جی چاہے خرچ کر لیں لیکن وہ فنڈز بھی وہ لوگ اسی جگہ خرچ کرتے تھے جہاں حکومت کا مفاد ہوتا تھا۔ اپنی ذات کے لئے تنخواہ کے علاوہ پیسہ نہیں لیتے۔ اب اسے محض کافر کہہ کے دھکا نہ دے دیا جائے بلکہ اس کردار نے انہیں دنیا پہ حکومت کا سزاوار بنا دیا۔

ہمارے ہاں ٹیلی فون کاٹے محکمے والوں نے۔ تو مرکزی وزراء کے پہلے کٹ گئے نا دہندگان میں یعنی مرکز میں بیٹھے ہیں پورے ملک کی باگ دوڑ ہاتھ میں ہے اور کردار یہ ہے کہ اپنے ٹیلی فون کا بل اس حکومت کو نہیں دے رہے جس کی وزارت کی کرسی پر براجمان ہیں تو یہ جو عملی تفاوت تھا ان اقوام کو آگے لے گیا اور ہماری بدبختی یہ ہے کہ وہاں سے بھی ہم وہ چیزیں در آمد کرتے ہیں جو ان کی تباہی کا سبب ہیں۔ یعنی بڑی مزے کی بات ہے کہ کاروبار میں دیانت داری یا بات میں سچائی یا ملک سے وفاداری یہ ہم وہاں سے بھی نہیں لاتے وہاں سے بھی بے حیائی برائی اور وہاں سے بھی منشیات اور جن چیزوں سے وہ نالاں ہیں وہی ہم بھی لے کے آتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے پاس تمام خوبیوں کا مصدر اور منبع موجود ہے۔ اور وہ ذات اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف عربوں کے نہیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف گوروں یا کالوں کے نہیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور مسلمانوں کے آقا ہیں۔ ساری انسانیت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت ہے اور جو اسلام قبول کرتا ہے اس کا ایمان ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا دل اور اس کی جان ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے دل کا قرار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانی ہے کیا بغیر اس کے۔ آپ اسلام کی کیا DEFINATION

پیش کریں گے سوائے اس کے کہ محمد رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا غلام ہو جانا اس کے علاوہ مسلمانی ہے کیا؟ اسلام کی تعریف آپ کیا کریں گے۔ اور اگر کوئی عملی طور پر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اتباع چھوڑ دیتا ہے تو میرے بھائی وظیفہ پڑھنے سے کہ میں نے کھانا کھا لیا میں نے کھانا کھا لیا بندہ زندہ نہیں رہتا۔ دعویٰ کرنے سے اس کی زندگی کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں۔ جب تک وہ عملاً" کھانا کھاتا نہیں ہے۔ نرا دعویٰ کرنے سے غلامی کے جو فوائد ہیں اور جو انعامات ہیں وہ مل نہیں جاتے۔ جب تک غلامی کا حق ادا نہ کیا جائے۔

اور میں ایک بات آپ سے کہتا چلوں انسان اگلے لمحے کے بارے میں نہیں جانتا شاید ہم ہوں گے نہیں ہو گے۔ دوبارہ ملیں گے نہیں ملیں گے۔ ایک بات طے ہے انشاء اللہ العزیز اس ملک پر اسلام نافذ ہو گا ہم ہوں گے یا نہ ہوں گے اس ملک پر اسلام نافذ ہو گا اور یہاں سے اسلام کا احیاء دوبارہ شروع ہو گا۔ اور یہ قوت سعودیہ کو بھی سود کی بجائے حلال کھانے پر مجبور کر دے گی میرے اور آپ کے نہ کرنے سے یہ نہیں رک جائے گا یہ انشاء اللہ ضرور ہو گا۔ میری کوشش یہ ہے میری آپ کو دعوت بھی یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو اسلام تو نافذ ہو جائے اور ہم نافذ کرنے سے محروم رہ جائیں۔ اسلام کی بقا میری اور آپ کی محتاج نہیں ہے اسلام کی بقا کا فیصلہ رب العالمین نے خود کر لیا تھا اور خود ذمہ لے لیا تھا۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْن

اسلام کو اپنا کر ہم خود کو اسلام کی حفاظت میں دیتے ہیں اسلام کی حفاظت ہم نہیں کرتے۔ اسلام کو اختیار کر کے اسلام کو اپنے اوپر نافذ کر کے ہم اپنے اس باڈی سٹریچر کو اپنے مستقبل کو اپنے خاندان کو اپنے بچوں کو اپنی اولاد کو اپنے آنے والے کل کو اسلام کا تحفظ مہیا کرتے ہیں۔ ہم اسلام کی حفاظت کرنے والے نہیں ہیں اور نہ اسلام ہماری حفاظت کا محتاج ہے اس دور کے مسلمان نے یہ سوچ رکھا ہے کہ شاید مجھے حفاظت کرنی ہے۔ مجھ سے یہ بوجھ نہیں اٹھایا جاتا۔ ایسی بات نہیں ہے آپ کو اسلام کی پناہ میں آنا ہے خود کو اسلام کے تحفظ میں دینا ہے اور میرے بھائی! ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ آگے بڑھ جاؤ۔

فَاسْتَبِقُوْا الْخَیْرَاتْ نیکی میں بھاگو ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ **ففروا الی اللہ** اللہ کی طرف رش کر کے آؤ بھاگ کر آؤ دوسروں سے آگے نکل کر آؤ جو لمحہ آپ نے پہلے پا لیا وہ لمحہ بہت قیمتی ہو گا۔ ایک نان فروش صدا دے رہا تھا روٹیاں بیچ رہا تھا۔ کسی نے کہا بابا روٹی کتنے کی بیچ رہے ہو اس نے کہا آٹھ آنے کی وہ بندہ غریب تھا اس نے دیکھا بابا کے پاس تو دو چار باسی روٹیاں بھی ہیں اس نے کہا بابا یہ ایک دو جو الگ رکھی ہیں یہ تو باسی لگتی ہیں کہنے لگا جی یہ باسی ہیں۔ اس لئے الگ رکھی ہیں اس نے کہا مجھے یہ دے دو اس نے سمجھا سستی دے گا۔ باسی روٹی ہے اس نے کہا بھئی تازی آٹھ آنے کی ہے اور یہ تو ایک روپے کی ہے۔ اس نے کہا بابا الٹی بات کرتے ہو۔ تازی مہنگی ہونی چاہئے میں تو سستی سمجھ کے لے رہا تھا۔ اس نے کہا دیکھو جس روٹی کو تم باسی کہہ رہے ہو جب یہ وجود میں آئی تو اس کے اتنے گھنٹ بعد دوسری وجود میں آئی۔ محمد رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے سے اسے اتنے گھنٹے اس کی نسبت سبقت حاصل ہے قربت کی جسے تم تازی سمجھ رہے ہو۔ یہ باسی اس سے آٹھ گھنٹے قریب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقدس زمانے کے۔ یہ میں مہنگی دوں گا کوئی نہیں خریدے گا تو میں خود کھا لوں گا۔

تو میری درخواست یہ ہے کہ اپنا نام پہلے پیش کرو۔ اپنی ذات پہلے پیش کرو۔ لمحوں کی سبقت بھی اجر کے وقت بڑے بڑے فاصلے پیدا کر دے گی کہ کون کس لمحے نچھاور ہوا اور کس نے آنے میں کتنی تاخیر کر دی۔ **خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ** فرمایا بہترہ

نور ہے میرا زمانہ پھر جو اس کے قریب تر ہے۔ پھر جو اس کے قریب تر ہے تو میرے بھائی ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں آنے کے لئے اور یاد رکھو! اسلام کو ملاں کا، مولوی کا، پیر کا اور واعظ کا اسلام نہ سمجھو۔ اسے اپنا اسلام بناؤ۔ OWN YOUR RELIGEN OWN YOUR ISLAM

اپنا اسلام۔ اپنا اسلام تب ہو گا جب آپ قرآن کے معانی پڑھیں گے۔ اپنا اسلام تب ہو گا جب آپ حدیث کو خود سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ اپنا اسلام تب ہو گا جب حلال حرام جائز نا جائز آپ خود سیکھیں گے۔ باپ کے کہنے پر پیر کے کہنے پر ایک بات چھوڑنا مشکل ہو جاتی ہے۔ لیکن جب اللہ کہتا ہے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتا ہے اور بندہ خود سمجھتا ہے کہ یہ حکم میرے لئے ہے تو کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اسلام کو اپنا اسلام بنائیے اور جو خود میں خامیاں ہیں جرات پیدا کیجئے حقائق کا سامنا کرنے کی۔ اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی وہ کمزوریاں ہمیشہ گلے کا ہار بن جائیں گی اور یہ طے شدہ بات ہے۔ آپ دنیا کے سارے ازم آزما بھی چکے۔ کاش یہ ملک کے اہل اقتدار تجربے کے لئے ہی اسلام کو بھی نافذ کر کے دیکھ لیتے آخر کو کیا حرج تھا۔ عقیدت نہ سہی محبت سے نہ سہی۔ بحیثیت مسلمان نہ سہی جہاں جمہوریت آزمائی جہاں سوشلزم آزمائی جہاں اسلامی مساوات آزمائی جہاں انگریزی قانون آزمایا یار تجربے کے لئے سہی اسلام کو آزما کر دیکھ لیتے۔ تجربے کے لئے بھی کرتے تو دنیوی مفادات تو اٹھا ہی جاتے لیکن ہم کیسے مسلمان ہیں کہ آسوہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو ہم تجربہ کرنے کو بھی تیار نہیں ہیں کس منہ سے ہم خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ ہماری لیڈر شپ اور ہماری قیادت کیسی مسلمان ہے۔ لوٹوں کی اصطلاحات پڑھ کے مجھے حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی بات یاد آئی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ساری عمر یہ ضائع کر دیتے ہیں جب آنکھوں سے اندھے ہو جائیں تو مسجدوں کا رخ کرتے ہیں اور پھر لاٹھی سے وہ لوٹا تلاش کرتے ہیں۔ وضو کے لئے اس طرح لاٹھی گھماتے ہیں اور پانچ چھ لوٹوں کے سر توڑ دیتے ہیں۔ کسی کی سنت کسی کا دستہ توڑنے کے بعد پتہ چلتا ہے لوٹے یہاں پڑے تھے۔ ہمارے لوگوں کی تو سنتیں بھی ٹوٹی ہوئی ہیں۔ پتہ ہی نہیں چلتا مذکر ہے یا مونث ہے۔

تو ہمارے ایک مولانا ہوتے تھے پنجابی میں وہ شعر پڑھا کرتے تھے ہر تقریر میں دہراتے تھے کہ

مچھ داڑھی منے دی رسم تیری کھری اے
پتہ نہیں چاچا کہ ماسی نور بھری اے
اجے وی دعوے نے اسلام دی حمایت دے
کھوتی کھوڑے دی ٹٹنے ولایت دے

او بندہ پیدا یہاں ہوا پلا بڑھا یہاں کھاتا یہاں کا ہے کلمہ مدینہ منورہ کے مکیں کا پڑھتا ہے نام اللہ کا لیتا ہے۔ دیکھو تو بنا ہوا لارڈ ایڈورڈ ہے۔ یار کیا تماشہ ہے کیوں آپ اتنے مرعوب ہیں کیوں آپ محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپاہی بننے سے گھبراتے ہیں۔ اگر آپ میں یہ جرات نہیں ہے کہ بحیثیت مسلمان کسی معاشرے کو فیس FACE کر سکیں تو کون کافر آپ پہ اعتبار کرے کہ آپ اسلام پر عمل کریں گے۔ ایسا بے وقوف کون ہو جو بندہ بحیثیت مسلمان FACE لے کر ایک معاشرے کو FACE نہیں کر سکتا گھبراتا ہے۔ مفت پہ کون اعتبار کرے کہ وہ اسلام پہ عمل بھی کر سکے گا۔ ہاں جہاں جہاں ہم کرتے ہیں وہ یا رسم ہے یا ہماری مجبوری۔ عقیدت نہیں ہے ایمان نہیں ہے خلوص نہیں ہے۔

تو میری گزارش یہ ہے کہ ایک دوسرے پر تنقید کی بجائے پہلے اس بندے کو مسلمان کیجئے۔ اسے آقا کی بارگاہ میں پکڑ کر لائیے۔ اسے جوتے مار کر کان سے پکڑ کر لائیے اور اسے کہئے کہ ایسا ہو جا جیسا محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے دیکھنا چاہتے ہیں۔ پھر دیکھنا زمانہ آپ کے قدموں

میں ہو گا۔ اور وہ طاقتیں جن کو آج ہمیں پوجنے کی اجازت نہیں ملتی۔ وہ آپ کے پاؤں چاٹنا فخر سمجھیں گی۔ اللہ کریم مسلمانوں کو اس کی توفیق دے۔ اللہ کا فیصلہ آپ نے سن لیا فرمایا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ جو اللہ کو راضی کرنا چاہتا ہے جو اپنی آخرت آباد کرنا چاہتا ہے اس کے لئے صرف اور صرف محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا ایک راستہ ہے۔

وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ○ اور یہ راستہ بھی تب ملے جب تم کثرت سے اللہ کو یاد کرو گے۔ اللہ کی یاد دلوں کا زنگ اتارتی ہے۔ دلوں سے میل اتارتی ہے۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ دلوں پہ زنگ لگ جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لِكُلِّ شَیْءٍ صقالتہ و صقالتہ القلوب ذکر اللہ ہر چیز پہ زنگ آ جاتا ہے پالش کرنا پڑتی ہے دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے۔ کرو ہر لمحے کرو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے۔ سوتے جاگتے حتیٰ کہ جیتے مرتے مرجاؤ لیکن بدن کا ہر ذرہ اللہ اللہ اس زور سے کرے کہ جس خاک کا پیوند بنے بندہ اس خاک کے ذرات بھی اللہ اللہ کہتے رہیں۔ یہ ذکر الٰہی قلب میں وہ شعور دے گا جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن نظر آئے گا۔ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اداؤں کا حسن اور کمال نظر آئے گا۔ اور اپنانے کی لذت اور ذائقہ محسوس ہو گا۔

اللہ کریم سب مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

> اگست ۹۳ء سے المرشد کا سالانہ چندہ -/۱۴۰ روپے کر دیا گیا ہے۔ اکثر خریدار -/۱۰۰ روپے یا -/۱۲۰ روپے منی آرڈر کر دیتے ہیں۔ ایسے خریداروں سے گذارش ہے کہ وہ -/۴۰ روپے یا -/۲۰ روپے بقایا بھی المرشد کے نام منی آرڈر کر دیں۔

امریکہ میں میتوں کا حشر

نیو یارک سے محمد خلیل صاحب کا خط موصول ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے نوائے وقت جمعہ ایڈیشن کے بعض قارئین کی خواہش پر امریکہ میں بیاہ شادیوں اور تجہیز و تکفین کے طریقہ کار پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ خلیل صاحب اپنے خط میں لکھتے ہیں۔

محترم اے حمید صاحب! میں وعدے کے مطابق یہاں امریکہ میں مقیم مسلمانوں اور پاکستانیوں کی تجہیز و تکفین کے طریق کار کے بارے میں لکھ رہا ہوں۔ امید ہے اس سے قارئین نوائے وقت کو کافی معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ ملک امریکہ میں اور خاص طور پر نیو یارک میں مسلمان سال ہا سال سے مقیم ہیں اور یہاں پر بڑے بڑے سٹورز، ہیوی مشینری کی دکانوں اور بڑی بڑی لیبارٹریوں کے مالک ہیں۔ ڈاکٹر انجینئر۔ پروفیسر اور سائنس دان بھی ہیں۔ نیویارک میں زیر زمین چلنے والی ریل گاڑی کے روزانہ پروگرام بنانے والے بھی پاکستانی ہی ہیں۔ جو لانگ آئی لینڈ میں رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ علماء فضلا کی بھی کمی نہیں، لیکن ان میں سے کسی اللہ کے بندے کے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ ہم یہاں پر انتقال کر جانے والے مسلمانوں کے بارے میں بھی کچھ کریں۔ اس کار خیر کے لیے بھی مسجد الفلاح والوں نے

پیش قدمی کی۔ تمام ممبران کمیٹی اور کچھ مخیر حضرات نے مل کر پہلے مسجد تعمیر کی اور اب انہوں نے اسلامی فیونرل ہوم تیار کیا ہے۔ مگر بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ اس اسلامی فیونرل ہوم کا ڈائریکٹر ایک غیر مسلم ہے۔ پورے امریکہ میں صرف ایک مسلمان فیونرل ڈائریکٹر ہے۔ یہاں میلے ٹھیلے اور پریڈ اور ناچ گانے کے لیے سینکڑوں سماجی لیڈر اور کارکن مل جاتے ہیں۔ مگر مسلمان کی میت کو غسل دینے کے لیے کوئی آگے نہیں آتا۔ یہ قدرتی امر ہے کہ انسان کو جہاں وہ پیدا ہوتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ مرنے کے بعد اپنے وطن کی خاک میں دفن ہو۔ یہاں لوگ وصیت کر جاتے ہیں کہ میری لاش کو پاکستان لے جا کر دفن کرنا۔ ان لوگوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنا۔ یہاں یعنی نیو یارک میں ہم لوگوں کی میت کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ میں بیان کرتا ہوں۔ اگر مرنے والے پاکستانی کو علم ہو جائے تو وہ سر پیٹ کر رہ جائے کہ ایسے ملک میں اس نے زندگی کیوں گزار دی۔ یہاں سے ہر ہفتے کسی نہ کسی مسلمان کی لاش مخصوص ڈبے میں بند ہو کر کسی نہ کسی فلائٹ سے پاکستان روانہ کر دی جاتی ہے۔ اس لاش کو کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے یہ بھی سن لیجئے۔

امریکہ کی تمام ریاستوں میں یہ قانون ہے کہ جب کوئی آدمی مر جائے تو سب سے پہلے پولیس کو اطلاع دی جائے۔ پولیس تمام کوائف مکمل کرنے کے بعد لاش کو فیونرل ہوم کے حوالے کر دیتی ہے۔ فیونرل ہوم والے لاش کے کفن دفن کا بندو بست کرتے ہیں۔ اس میں لاش کا غسل اور دوسرے تمام لوازمات شامل ہوتے ہیں۔ یوں امریکہ میں لاشوں کے کفن دفن کا کھربوں ڈالرز کا کاروبار ہوتا ہے۔ کسی بھی شخص کی لاش اس وقت تک دفن نہیں کی جا سکتی جب تک کہ فیونرل ہوم کا ڈائریکٹر اس کی تدفین کا سرٹیفکیٹ جاری نہیں کر دیتا۔ آج کل فیونرل ہوم مردے کی آخری رسومات کی ادائیگی کے سلسلے میں 15 سو سے 1800 ڈالر وصول کرتا ہے جو پاکستانی 45 ہزار سے 54000 ہزار روپے تک بنتے ہیں۔ فیونرل ہوم کو چلانے کے لیے ایک ڈائریکٹر ہوتا ہے۔ جسے ریاست لائسنس جاری کرتی ہے۔ اس لائسنس کو حاصل کرنے کے لیے تین سال کا ڈپلومہ کورس کرنا پڑتا ہے۔ جہاں اسے مورچری سائنس کی عملی تربیت دی جاتی ہے۔ کورس پاس کرنے کے بعد وہ کسی فیونرل ہوم میں نوکر ہو جاتا ہے اور وہاں وہ موت کے سرٹیفکیٹ سے لے کر لاش کے کیمیاوی عمل تک کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

کیمیاوی عمل صرف ان لاشوں کا ہوتا ہے جو ملک سے باہر بھیجی جانی ہوتی ہیں۔ سائنس کی ترقی نے لاش کے کیمیاوی عمل کے شعبے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ آج سے پندرہ سال پہلے لاش پر ایک خاص پوڈر چھڑک کر لاش کو بے حد سخت کر دیا جاتا تھا تاکہ دو تین ماہ تک محفوظ رہ سکے۔ لیکن وہ عمل اکثر ناقص ہوتا تھا۔ آج کل کیمیاوی عمل کے لیے مردے کو کم از کم چار جگہ سے چیرا دیا جاتا ہے۔ یعنی دونوں ہاتھوں پر، گردن پر اور ناف پر مردے کے پیٹ میں شگاف ڈال کر تمام آلائیش وغیرہ نکال لی جاتی ہے۔ اس کے بعد خاص قسم کا پاؤڈر ان جگہوں پر بھر دیا جاتا ہے تاکہ لاش دوسرے ملک میں پہنچنے تک خراب نہ ہو۔ امریکہ اور خاص طور پر نیویارک میں فیونرل ہوم یہودیوں کی ملکیت میں ہیں۔ مردوں کے کیمیاوی عمل پر چونکہ کافی خرچہ آتا ہے اس لیے یہ فیونرل ہوم والے ایشیائی مردوں کی وجہ سے لاکھوں ڈالر کماتے ہیں۔ کیونکہ ایشیائی لوگ خاص طور پر مسلمانوں کی اکثریت مرنے کے بعد اپنے ملک میں دفن ہونا پسند کرتی ہے۔ یہاں یہ بات خاص طور پر نوٹ کی گئی ہے کہ ان فیونرل ہوم میں لاشوں پر کیمیاوی عمل کرنے والے لوگ مرد ہوتے ہیں اور ان میں سوائے ایک مسلمان کے باقی سب غیر مسلم ہوتے ہیں۔ پورے امریکہ میں صرف یہی عبداللہ نام کے ایک مسلمان فیونرل ڈائریکٹر ہیں۔ مسلمان خواتین کی میتوں کو بھی غیر مسلم ہی غسل دیتے ہیں اور کیمیاوی عمل

کرتے ہیں۔ یہ ساری اذیتیں صرف ایک وطن کی مٹی میں دفن ہونے کی خاطر برداشت کی جاتی ہیں۔ اب سارے امریکہ میں پہلا اسلامی فیونرل ہوم الفلاح مسجد کے تہ خانے میں بنایا گیا ہے مگر اس کا ڈائریکٹر بھی ایک غیر مسلم ہے۔ امریکہ سے دوسرے ملکوں کو جانے والی مردانہ اور زنانہ میتوں کا کیمیاوی عمل وہی کرتا ہے۔ امریکہ میں فیونرل ہوم فلاحی بنیادوں پر شروع نہیں کئے جاتے تاہم الفلاح فیونرل ہوم کی تعمیر پاکستانی مسلمانوں کے چندے سے ہوئی ہے۔ یہاں پر میت کے 1300 ڈالر وصول کئے جاتے ہیں۔ 50 ڈالر کفن کے 350 ڈالر اس بکس کے جس میں ڈال کر لاش دوسرے ملک کو بھجوائی جاتی ہے۔ 50 ڈالر مردے کے نہلانے کے۔ 300 ڈالر فیونرل ڈائریکٹر کی فیس ہوتی ہے۔ ایک اور بات توجہ کے قابل ہے کہ دوسرے فیونرل ہوم 1800 سے 1500 ڈالر لیتے ہیں جب کہ الفلاح فیونرل ہوم صرف 1300 ڈالر لیتا ہے۔

امریکہ میں میت کو دفن کرنا ہو تو قبر کی قیمت 1300 ڈالر ہے۔ گورکن کی فیس 760 ڈالر ہے۔ مسلمانوں کا یہاں پر مستقل قبرستان کوئی نہیں ہے۔ ہمارے اسلامی مرکزوں اور مساجد اور رفاہی اداروں نے الگ الگ جگہوں پر قبریں خرید کر رکھی ہوئی ہیں۔ جنہیں بوقت ضرورت فروخت کر دیا جاتا ہے۔ امریکہ میں مسلمانوں کا سب سے بڑا قبرستان واشنگٹن ڈی سی میں تصور کیا جاتا ہے۔ جو کہ ایک یہودی کی ملکیت میں ہے۔ یہاں ایدھی ٹرسٹ نے 285 ڈالر نے فی قبر کے حساب سے قبریں خریدی ہوئی ہیں جو کہ بعض حالات میں مسلمان میتوں کے لئے مفت بھی دے دی جاتی ہیں۔ اگر حساب لگایا جائے تو یہاں امریکہ میں ایک عام مردے کے کفن دفن پر 2500 ڈالر خرچ آتے ہیں۔ اگر لاش پاکستان یا کسی دوسرے ملک کو روانہ کی جائے تو ہوائی ٹکٹ سمیت پانچ ہزار ڈالر اٹھتا ہے۔ الفلاح فیونرل ہوم کے روح رواں مشرف علی صاحب کا کہنا ہے کہ میں یہاں دس برس سے مردوں کا کفن دفن کر رہا ہوں میں نے اس عرصہ میں خاص بات نوٹ کی ہے کہ ہم اپنے مردے کو ہر حالت میں اپنے وطن روانہ کرنا چاہتے ہیں' چاہے زنانہ میت کو کسی بھی مرحلے سے کیوں نہ گزرنا پڑے۔ مشرف علی صاحب کا کہنا ہے کہ ہمیں امریکہ میں آباد ہوئے ایک زمانہ ہو گیا ہے لیکن ہمارا ایک بچہ بھی مردے کے کفن دفن کی تعلیم حاصل کرنے پر تیار نہیں ہوتا اس سلسلے میں مسلمان عورتوں کو سامنے آنا چاہئے تاکہ ہماری ماؤں بہنوں کی میتوں کی کیمیاوی عمل اور غسل کے وقت بے حرمتی نہ ہو۔ یہاں نیویارک میں پاکستان پریڈ' لیگ آف امریکہ اور دوسری کئی تنظیمیں ہیں مگر مسلمان میت کو نہلانے کے لئے ایک بھی رضا کار میسر نہیں۔ مسلمان زنانہ میت کو غسل دینے کے لئے نیویارک کی ایک معروف شخصیت جناب ابراہیم یوسف کی اہلیہ تشریف لاتی ہیں۔ وہ رضاکارانہ طور پر صرف خوف خدا سے یہ کام کر رہی ہیں۔ دونوں میاں بیوی یہاں پاکستانی کمیونٹی کے ان افراد میں سے ہیں جو بغیر کسی غرض کے یہاں کے مسلمانوں کی خدمت کر رہے ہیں۔ انہوں نے کبھی کسی اخبار میں اپنی تصویر نہیں چھپوائی' بھی کوئی خبر نہیں لگوائی۔ یہاں یہ سب سے بڑا المیہ ہے کہ ہمارے وہ نوجوان جو یہاں اکیلے رہتے ہیں اور جاب کرتے ہیں اگر خدانخواستہ انتقال کر جائیں تو ان کی تدفین کے لئے دوستوں کو چندہ کرنا پڑتا ہے۔ مرحوم کے بنک اکاؤنٹ میں رقم تو ہوتی ہے مگر اس کے کسی عزیز کے وہاں نہ ہونے پر یہ رقم سٹیٹ اپنے قبضے میں لے لیتی ہے۔ اگر ہم اس سلسلے میں تھوڑا تردد کریں اور اپنے کسی با اعتماد دوست کا نام بنک والوں کو دے دیں جو آئی ٹی یو کہلاتا ہے یعنی یہ کہ میری موت کی صورت میں یہ شخص میرے اکاؤنٹ کا ذمہ دار ہو گا تو پریشانیوں سے بچا جا سکتا ہے۔

(بہ شکریہ نوائے وقت میگزین)

شیخ المکرم

ڈاکٹر محمد دین ناطق
جدہ سعودی عرب۔

سن نوجوان مسلم، کیا ہے تیرا فسانہ
مخلوق کہہ رہی ہے، کیا تجھ کو غائبانہ
مسلم عتاب میں ہے، حال خراب میں ہے
پڑتا ہے بس اسی کو، ہر ایک تازیانہ
اپنی خبر نہیں ہے، دشمن سے دوستی ہے
قاتل سے مانگتا ہے، انداز منصفانہ
کشکول لے لیا ہے، سائل بنا ہوا ہے
یہ جانتا نہیں کہ، اس کا ہے سب خزانہ
لیڈر تو ہیں بہتیرے، اندر سے ہیں لٹیرے
ہیں نام مومنانہ، کردار کافرانہ
گلشن میں کھلبلی ہے، ٹھنڈی ہوا چلی ہے
شاید ہوا مقدر، فصل بہار آنا
آیا حبیب اللہ، صاحب قرآن من اللہ
حق کے لیے نکالی، شمشیر از میانہ
اکرم ہے نام ان کا، عالی مقام ان کا
حق نے دیے ہیں اس کو، اخلاق اکرمانہ
عابد ہے وہ خدا کا، عاشق ہے مصطفیٰ کا
چھپتے نہیں نظر میں، انداز خسروانہ
پھر سے جگا رہا ہے، رب سے ملا رہا ہے
افکار صوفیانہ، کردار غازیانہ
صحراؤں میں وہ گلشن، تاریکیوں میں روشن
پروانے آ رہے ہیں، گرد اس کے والہانہ
"مال اور جان اپنی، اسلام پر لٹا دو"
پھر سے سنا رہا ہے، کیسا عجب ترانہ
منزل تیری شہادت، مسکن ہے تیرا جنت
تو نے بنا لیا ہے۔ مٹی میں آشیانہ
جس راہ پر بھی اس کا نقش قدم پڑا ہے
چوما میری نظر نے، ہر نقش عاشقانہ
خالق نے اس کا دامن، ہاتھوں میں دے دیا ہے
ناطق کو مل گیا ہے، بخشش کا اک بہانہ

سوال آپ کا

جیسا کہ میں نے کل ایک ساتھی سے عرض کیا تھا کہ آپ سوالات کو ایسے بندے سے پوچھا کریں جو اس کے فن کے متعلق ہوں سوال ان کا غالبا کوئی تصوف کے بارے تھا جو ان کے کسی مدرسے کے فاضل استاد نے بتایا ہو گا۔ تو میں نے اسی لئے یہ کہا تھا کہ ہر آدمی اپنے فن تک محدود رہے تو الجھاؤ پیدا نہیں ہوتا اور دوسرے کے فن میں مداخلت کرنے لگے تو صحیح کام نہیں بنتا یہ جو فقہی سوال ہیں یہ آپ کے پاس علماء حضرات ہیں آپ ان سے پوچھا کریں تسلی نہیں ہوتی تو کسی دارالافتاء کو لکھیں ہمارا یہ جو وقت ہوتا ہے یہ آپ کے پاس اس متعلقہ موضوع سے پوچھنے کے لئے ہوتا ہے۔ تو آپ یہ کوشش کریں کہ فقہی سوالات کو فقہاء حضرات کے پاس یا فقی حضرات سے یا یہاں علماء حضرات تشریف رکھتے ہیں ان سے پوچھ لیا کریں جب میں خود یہ کہتا ہوں کہ بڑے سے بڑے عالم کو اگر تصوف میں درک نہیں ہے تو تصوف کا جواب نہ دے تو میں نے تو افتاء کا کوئی درجہ حاصل نہیں کیا تو میں فتوے کیوں دوں۔ یہ کوئی صورت صحیح نہیں بنتی اور میں بارہا ساتھیوں کو لکھتا بھی ہوں بتاتا بھی ہوں کہ فتوے دینے کا میرا منصب ہی نہیں ہے نہ میں مفتی ہوں یہ ضروری تو نہیں کہ ہر آدمی کے پاس وہ سارے کمالات ہوں۔

سوال: یہ جو آپ کا پہلا سوال ہے یہ اسی طرح کا ہے کہ جب آدمی ایک پارہ تلاوت کرے دو آدمیوں کو ایصال ثواب کرے تو کیا دونوں کو ایک ایک پارے کا ثواب ملے گا آدھے آدھے کا ملے گا یا ایصال ثواب کرنے والے کو کیا ملے گا؟

جواب: اصل بات یہ ہے کہ یہ جو ثواب کی فلاسفی ہے اسے نہ کوئی زیر بحث لاتا ہے اور نہ کوئی سمجھتا ہے اور ہر کسی نے اپنے اس ذہن کے مطابق ثواب کی کوئی صورت بنا رکھی ہے۔ ثواب ہوتا کیا ہے پہلے تو یہ بتائیں۔ ایک پارہ پڑھنے سے ایک پارے کا ثواب ملے گا تو وہ کیا ملے گا ثواب ہے کیا؟ میرے بھائی مرنے والے کو جو ثواب ملتا ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اگر وہ خدانخواستہ عذاب میں ہے تو اسے عذاب سے نجات مل جائے یا اس کا عذاب کم ہو جائے۔ زندوں کا ثواب یہ ہے کہ زندے کو اس عمل کی بدولت مزید توفیق عمل مل جائے۔ خلوص مل جائے خشوع و خضوع مل جائے اور اگر ثواب کا نظریہ یہ ہو اور لینے کی امید اللہ کریم سے ہو تو پھر یہ کئی بازار کی دکانداری نہیں ہے کہ چار آنے کا ڈیڑھ چھٹانک ہی ملے گا پھر تو اس کی عطا کی بات ہے وہ چاہے تو ایک دعا پہ سارا جہان عطا کر دے نہ چاہے تو ساری عمر مانگتے رہو نہ دے اس پہ تو کوئی پابندی نہیں ہے اور اس کے بڑے عجیب پیمانے ہوتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم جو پڑھتے ہیں اس پر کیا ثواب ہوا۔ اس میں ہماری نیت کو ہمارے خلوص کو ہمارے عقیدے کو بے شمار چیزوں کو اس میں دخل ہوتا ہے جو اس کی کوالٹی کو بڑھا بھی دیتی ہیں اور کم بھی کر دیتی ہیں۔

میں ایک دفعہ ایک کتاب دیکھ رہا تھا کسی عالم نے اس میں بہت سے عجائبات جمع کر دیئے تھے مجھے کتاب کا نام یاد نہیں ہمارے پاس لائبریری میں رکھی ہوئی ہے تو اس میں انہوں نے ایک واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے نقل کیا کہیں حدیث شریف سے تلاش کر کے کہ وہ کسی سمت سے گذرے تو وہاں کسی آدمی کی

قبر تھی جو گرفت میں تھا عذاب ہو رہا تھا تو اسی راستے سے جب وہ واپسی پہ گذرے تو انہوں نے دیکھا وہ صاحب قبر نجات میں ہے تو انہوں نے دعا کی بار الہا یہ آدمی تو پتہ نہیں کب سے عذاب میں مبتلا تھا کوئی خطا ہو گئی اور قبر میں تو وہ کوئی عمل کرنے سے رہا تو اس کی نجات کی صورت یا تیری رحمت کو پانے کا سبب کیا بن گیا؟ تو انہیں اللہ کی طرف سے بتایا گیا کہ اس کا ایک چھوٹا سا بچہ رہ گیا تھا تو وہ آج مدرسے گیا اور اسے بسم اللہ الرحمن الرحیم○ پڑھایا گیا تو اللہ کریم نے فرمایا وہ توتلی زبان سے رحمٰن رحیم پکار رہا تھا تو میری رحمت کا تقاضا یہ ہوا کہ میں اس کے باپ کو معاف کر دوں۔ تو اس کی عطا کے لیے تو بہانہ چاہیے قیمت نہیں وہ چاہے تو بغیر آپ کے ایصال ثواب کے معاف کر دے کہ چلو بہتیری ہو گئی غریب کو چھوڑ دو چونکہ اس کی رحمت کو ہمارے گناہ عاجز نہیں کر سکتے صرف عقیدے کی خرابی جو ہے اس کا اس نے فیصلہ کر دیا کہ عقیدے میں فساد آئے گا تو رحمت سے محروم ہو جائے گا مرنے والے کا عقیدہ صحیح نہ ہو تو ساری عمر ایصال ثواب کرتے رہو اس سے کوئی تعلق نہیں اگر آپ جانتے ہیں کہ اس کا عقیدہ صحیح نہیں تو آپ کو کرنے کی اجازت نہیں ہے کریں گے تو وہ کرنا بجائے خود جرم بن جائے گا۔ ثواب کہاں سے آئے گا پھر ہم بہت سے کام جو کرتے ہیں وہ ہوتے گناہ کے ہیں دکھاوے کے لیے کرتے ہیں شہرت کے لیے کرتے ہیں بے شمار ان میں ایسی چیزیں ہوتی ہیں تو اس کام پر ثواب جب مرتب ہی نہیں ہوتا تو اسے پہنچے گا کس طرح تو جب وہ دینا چاہتا ہے اور ہم خلوص سے دعا کرتے ہیں تو کسی کے لئے نیک تمنا رکھنا دل میں بھی اس کی ساری کامیابیوں کا سبب بن جاتا ہے چونکہ وہ دلوں کے حال بھی جانتا ہے تو ایصال ثواب دراصل کسی دوست کے ساتھ دوستی کا یا کسی رشتہ دار کے ساتھ رشتہ داری کا یا کسی واقف کار کے ساتھ واقفیت کا یا کسی استاد کے ساتھ شاگردی کا یا کسی من حیث المسلمان پوری امت مسلمہ کے ساتھ اپنی محبت کا کہ ہم سب کو ایصال ثواب کرتے ہیں تو اس کے ایک اظہار کا ذریعہ ہے اور ایصال ثواب اگر خلوص سے کیا جائے تو کرنے والے کی اپنی بخشش کا بھی سبب بن جاتا ہے تو ان کے پیمانے نہیں ہوتے نہ یہ کوئی دوکانداری ہے یہ تو اپنا اپنا خلوص ہے اپنی اپنی اس کے دل کی گہرائی کی بات ہے اپنے اپنے عقیدت کی بات ہے تو اللہ کریم کا صرف ایک نام نامی صرف اللہ ترازو کے پلڑے میں رکھ کر باقی ساری کائنات دوسرے پلڑے میں رکھ دو تو اس کا اللہ کے نام نامی کا وزن زیادہ ہے تو ایک پارہ یا دو پارے وہ تو کلام الٰہی ہے آپ اس کی کوئی پیائش نہیں کر سکتے چونکہ اللہ کا ذاتی کلام ہے اور اس پر کیا مرتب ہوتا ہے پڑھنے والے کو اپنی عملی زندگی میں نظر آتا ہے اور اگر عملی زندگی کو متاثر نہیں کر رہا تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے پڑھنے میں یا ہمارے عقیدے میں یا ہمارے کردار میں یا خلوص میں کہیں کمی ہے تو اگر ہم ساری زندگی پڑھتے رہتے ہیں تو اسے بیچ ہی کے کھاتے رہتے ہیں ہماری اپنی اصلاح نہیں ہوتی تو اس کا ثواب کیسے پہنچے گا۔ تو یہ ایسے معاملات ہیں کہ ان میں خلوص اللہ جل شانہ کے ساتھ اور یہ یاد رکھیے عقیدے کے بغیر خلوص آتا ہی نہیں۔ اگر عقیدہ صحیح نہ ہو تو خلوص نہیں آتا اور جسے لوگ خلوص کہتے ہیں وہ ان کی اپنی غرضوں کو پورا کرنے کی خواہش ہوتی ہے اپنے فائدے کی امید ہوتی ہے کہ میں یہ کروں گا تو مجھے یہ مل جائے گا۔

سوال : ہمارے سلسلہ میں جو درود شریف پڑھا جاتا اس میں الہ یا وعلیٰ الہ آتا ہے۔

جواب : اس میں الہ آتا ہے چونکہ علی پہلے آ چکا - اللھم صلی علی محمد النبی الامی والہ و صحبہ و بارک وسلم۔ اسی پہلے علیٰ کے ساتھ اس کا ذکر آتا ہے۔

سوال: کسی ساتھی کو ذکر کرانے کی صورت میں کیا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے؟

جواب: یہ تو بارہا بتایا بھی جا چکا ہے اور بے شمار بار لکھا بھی جا چکا ہے تو آپ یہ جو ارشاد السالکین وغیرہ جو چھپتی ہیں یا دلائل السلوک جو ہیں تو یہ کتابیں آپ دیکھا بھی کریں۔ پڑھا بھی کریں۔ بہرحال میں پھر سے مختصراً" عرض کر دیتا ہوں کہ ذکر اگر دوسرے ساتھی کو کرایا جائے تو صرف یہ خیال کرنا پڑتا ہے کہ جو انوارات میرے لطیفے پر آ رہے ہیں اس کے لطیفے پر بھی جائیں اور یہ جاننا اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہر ساتھی کو خواہ وہ ایک لطیفہ قلب ہی کرتا ہو گھر والوں کو یا خواتین کو ذکر کروانے کی سب کو اجازت ہوتی ہے تو چونکہ سب کو اس سے سابقہ پڑتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے۔

سوال: اگر کوئی آدمی کوئی بھی اچھا کام شروع کر دے دیکھنے والے کہیں کہ یہ شخص ریاکار اور متکبر ہے حالانکہ عمل کرنے والے کی نیت ٹھیک ہو تو کیا ایسی صورت میں اسے وہ کام ترک کر دینا چاہیے یا نہیں۔

جواب: اگر تو وہ کام لوگوں کو دکھانے کے لیے کر رہا ہے پھر تو اسے چھوڑ دینا چاہیے اس لیے کہ اس کی نیت ہی ٹھیک نہیں لوگوں کو دکھانے کے لیے کر رہا ہے لوگ مان نہیں رہے کہ اچھا کر رہا ہے تو کیوں خواہ مخواہ کا زور لگا رہا ہے اور اگر نیت سے آپ کی یہ مراد ہے کہ اس کی نیت ٹھیک ہے یعنی وہ کام اللہ کی رضا کے لیے کر رہا ہے اور کام بھی شریعت کے مطابق ہے تو پھر لوگوں کے کہنے سے چھوڑے گا کیوں؟ بھلا لوگوں سے اس کا کیا واسطہ۔ چونکہ لوگوں کو کوئی بھی شخص راضی نہیں کر سکتا کوئی بھی نہیں روک سکتا لوگ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی الیہ وسلم کی ذات گرامی پر اعتراض کرتے رہے اور لوگ تو اللہ پر اعتراض کرتے ہیں۔

سوال: حصول فیض کے لیے شیخ کی خدمت میں یا مجلس میں کیا خیال رکھنا چاہیے اور دور شہر میں ذکر کرنا ہو۔

جواب: یہ ایک قلبی تعلق ہوتا ہے اس کا شہروں کی دوری سے واسطہ نہیں ہوتا دلوں کے جو رشتے ہوتے ہیں انہیں مادی فاصلے جو ہیں وہ متاثر نہیں کرتے اور جتنا خلوص ہوتا ہے کسی کے پاس اتنا اس کا قلبی تعلق مضبوط ہوتا ہے اور یہ جتنا مضبوط ہوتا ہے اتنی وہ برکات زیادہ سمیٹتا رہتا ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے دنیوی امور اور دنیا کی ضرورتیں ہمیں مادی فاصلوں میں ڈبوتی رہتی ہیں اس سے فرق نہیں پڑتا تو دور رہنے سے کیا ماں باپ' ماں باپ نہیں رہتے یا دور رہنے سے بہن بھائی بہن بھائی نہیں رہتے اگر مادی رشتے نہیں چھوٹتے تو روحانی رشتے تو اس سے مضبوط ہوتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ میدان حشر میں کوئی دوستی کوئی رشتہ کام نہیں آئے گا لیکن وہ دو بندے جن کا تعلق اللہ کے لیے قائم ہوا ہو وہ کبھی نہیں ٹوٹے گا یہ تو بہت مضبوط رشتہ ہوتا ہے دنیا کی ضرورتیں دنیا کے کام ہماری ذمہ داریاں اسے دور قریب کرتی رہتی ہیں تو یہ تو زندگی کا ایک عمل ہے جو مسلسل چلتا رہتا ہے اور چلتا رہے گا اس میں کوشش یہ ہونی چاہیے کہ خلوص کے ساتھ اللہ کی رضا مندی کے لیے محنت کی جاتی رہے گناہ سے بچنا اس کے ہم مکلف ہیں مرتے دم تک نیکی کرنا اس کے ہم مکلف ہیں مرتے دم تک اتباع شریعت میں کوشش کرتے رہنا مزید جاننے کی کوشش کرتے رہنا مزید عمل کی کوشش کرتے رہنا کیونکہ کوئی بھی بندہ کسی جگہ پر بھی وہ کامل و مکمل نہیں ہو جاتا بندہ بندہ ہی رہتا ہے محتاج رہتا ہے زندگی کا سانس لینے کا کھانے پینے کا اسی طرح مزید علم حاصل کرنے کا مزید محنت کرنے کا مزید مجاہدہ کرنے کا اور ہر لمحے کو غنیمت سمجھنا چاہیے کہ آج اگر میرے پاس ہاتھ پاؤں آنکھ ہے تو میں اسے اللہ کے راستے پر اس سے کام کر لوں محنت کر لوں شاید کل میرا ہاتھ کام نہ

کرے شاید کل ہمارے پاس آنکھ نہ ہو شاید کل وہ جوانی والا زور نہ ہو شاید کل ہم چل پھر نہ سکیں شاید آج دولت ہے کل دولت نہ ہو آج اقتدار ہے کل نہ ہو تو جو بھی نعمت نصیب ہو ومما رزقنھم ینفقون ۔ ایمان کی نشانی یہ ہے کہ جو بھی چیز ہم انہیں دیتے مما رزقنھم جو کچھ ہم انہیں عطا کرتے ہیں ھم ینفقون - وہ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ وہ طاقت ہو علم ہو یا کیفیات ہوں تو جو نعمت بھی اب نصیب ہے اگلے لمحے پتہ نہیں کیا ہو تو حق یہ ہے کہ آدمی کو یہ چاہیے کہ وہ جو عبادت کر رہا ہے وہ سمجھے شاید دوبارہ عبادت کے وقت تک میرے پاس فرصت نہ ہو عین ممکن ہے کہ یہی آخری صلوۃ تو میں اس دن دیکھ رہا تھا وہ ایک تصویر تھی ایک رسالے میں جنرل ضیاء الحق مرحوم کی جو انہوں نے ظہر کی نماز ادا کی بہاولپور میں اب اس کے بعد وہ تو نہیں جانتا تھا کہ یہی میری آخری نماز ہے لیکن وہ ظہر اس کی آخری ظہر تھی تو اگر اسی اپنی فوجی پریڈ اور افراتفری اور بھاگ دوڑ میں وہ کہتا چلو جی پنڈی جا کر پڑھ لیں گے ایک گھنٹے کا بھی سفر نہیں بنتا جہاز کا تو پنڈی تک ظہر کا وقت تو نہیں نکل سکتا تھا لیکن شاید اسے تو پڑھنے کی مہلت نہ ملتی وہ تو اپنی ادھار ہی لے جاتا تو مجھے اسے یہ بات میں نے دیکھی کہ دیکھیں اللہ جسے نصیب کرے کہ اس نے جہاز کو لیٹ کر دیا پانچ سات منٹ لیکن اپنی ظہر وہاں با جماعت ادا کر لی کہ نماز پڑھ کے جاتے ہیں یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ بہاولپور میں پنڈی میں جہاز کے لیے کتنا فاصلہ ہے وہاں جا کر پڑھیں گے۔

تو اس طرح عبادت کی حفاظت کی جانی چاہیے میں ایک دفعہ ایک شخص کو ملا وہ ہمارا صدر تھا ان دنوں پاکستان کا تو میں وہاں پریذیڈنسی میں ملا ان سے مجھے کچھ کام تھا تو دفتر میں انہوں نے بلا لیا تلاوت کے متعلق بات ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ علی الصبح تلاوت کرنا تو میرا معمول بڑے عرصے سے تھا اب تو میں رات کو تلاوت کر کے سوتا ہوں تھوڑی کروں یا زیادہ کروں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عمر کا آخری حصہ ہے اور موت بہت قریب ہے کہ شاید صبح دیکھنی نصیب ہو یا نہ ہو تو آخری عمل بھی تو تلاوت ہونی چاہیے۔

AND HE WAS THE PRESEIDENT OF PAKISTAN

تو اللہ کی مخلوق عجیب عجیب رنگ میں ہے اور ہر بندے کو یہ چاہیے کہ اپنے ہر لمحے کو زندگی کا آخری لمحہ سمجھتے ہوئے خلوص کے ساتھ محنت کے ساتھ کام کرے اور دوسرے سے غلطی ہو رہی ہے تو اس کے لیے دعا کرو اس پر تنقید کرنے کی بجائے سمجھا سکتے ہو تو طنز کے ذریعے نہیں پیار کے ذریعے سمجھاؤ غلطی ہر آدمی سے ہو سکتی ہے۔ اور دوسری صورت یہ بھی اختیار کیا کرو کہ فوراً فتویٰ دینے سے پہلے یہ ضرور سوچا کریں کہ ممکن ہے اس کی کوئی مجبوری ہو کہ جو صورت حال میں سمجھ رہا ہوں یہ نہ ہو کیوں کہ اب تو زمانہ ایسا آگیا ہے کہ کہیں کوئی باپ بیٹی یا بہن بھائی بھی جا رہے ہوں تو دیکھنے والا کہتا ہے بڑی خوبصورت لڑکی ہے اس کے ساتھ جا رہی ہے کبھی سوچنے کا تکلف ہی لوگ نہیں کرتے کہ اس کی بیوی ہو سکتی ہے اس کی بیٹی ہو سکتی ہے اس کی بہن ہو سکتی ہے کوئی یہ دور ہی ایسا آگیا ہے کہ بغیر پوچھے فوراً نیگیٹو جو سوچ ہے نا منافی جو سوچ ہے نا وہ فوراً ہر ایک کے ذہن میں کھٹک کر کے آ جاتی ہے تو لوگ اتنے برے بھی نہیں ہوتے اللہ کی مخلوق ہے ان میں بہت اچھے ہیں ان میں بہت لوگ ایسے ہیں کہ جن کے قلوب ہم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں ممکن ہے کسی معاملے میں وہ نہ جانتے ہو اور کوتاہی کر جاتے ہوں تو درگذر سے اور پیار سے اور ہمدردی سے اور دوسروں کی خیر اندیشی میں ہی اپنا بھلا بھی ہے۔